ASL-233	Khawajai Buzarge خواجۂ بزرگ Syed Ghulam Ahmed Kamili Kulsr press Jamia Masjid (16 Pages)
ASL-234	A Brief History of Shahi Hamdan Mosque New Kashmir press Srinagar (29 Pages)
ASL-235	Tahreek-i-Islami - Mashriq Magribi Syed Asya Andrabi Dukhtaran-i-Millat (45 Pages)
ASL-236	Islami Jameeatul-Tulaba J&K 08 Pages

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

صالح معاشرے کا مطلب اسلامی معاشرہ ہے جو اب عرصہ دراز سے قصۂ پارینہ ہو کر رہ گیا ہے مغرب کی تہذیبی اور ثقافتی یلغار نے پوری مسلم دنیا کو اس قدر اپنے اثر میں غوطہ زن کیا ہے کہ محسوس ہوتا ہے کہ کفر و الحاد کے سمندر سے اٹھ رہی بے حیائی اور عریانیت کی برق رفتار تباہ کن خوفناک مگر پُر فریب لہریں کہیں اسلام کی روحانی اور اخلاقی قدروں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے ساتھ ڈبو کر نہ لے جائیں اور اس پر مزید تعجب یہ کہ اسلام کے چشمہ صافی کی موجودگی میں اعلانیہ مرد وزن چشمہ غساق کو ترجیح دے رہے ہیں اور اس اپنے آپ پر کئے جانے والے ظلم عظیم کو بنی نوع انسان کی ترقی کا نام دے کر اپنے دلوں کو اطمینان دینا چاہتے ہیں اور اس پر ستم بالائے ستم یہ کہ روشن خیال اور مغربی فکر خبیثہ سے مرعوب نام نہاد مسلمان اس کو آزادئ نسواں کا نام دیکر زندہ ضمیروں کو اس سانحہ عظیم پر ماتم کرنے سے بھی باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اب اگر باضمیر اس اجتماعی ہلاکت پر صدائے احتجاج بلند کرتے تو اسی وقت اس پر رجعت پسندانہ اور غیر ترقی پسندانہ سوچ کی لیبل چسپا کر کے اس کی آواز کو اپنے مکروہ پروپیگنڈا سے بے اثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دراصل ایسے ہی مغربی خدمت گار قوتوں کے زوال کا باعث ثابت ہوتے ہیں۔ کیونکہ آپ دیکھیں جس قوم کو عروج کے بعد زوال کی طرف سفر کرنا پڑا، اس کے لئے اخلاقی دیوالیہ پن، بے حیائی، عریانیت، فحش کاری سبب زوال ثابت ہوئی۔ خواہ وہ عروج روم ہو، یا فرانس یا پھر امت مسلمہ کی موجودہ صورت حال اس تحریک آزادئ نسواں (EMANCIPATION MOVEMENT) کی اصل صورت یہاں تفصیلی طور پیش کرنا چاہتی ہوں۔ کیونکہ اس کا طائرانہ جائزہ لینا ضروری ہے۔ اس لئے کہ جدید مشرق میں پائے جانے والے تمام منحرف رجحانات کا سرچشمہ یہی تحریک ہے۔ اور علامہ اقبالؒ اس کے متعلق لکھتے ہیں:۔

اس بحث کا کچھ فیصلہ میں کر نہیں سکتا ۔۔۔ گو خوب سمجھتا ہوں کہ یہ زہر ہے وہ قند
کیا فائدہ کچھ کہہ کے بنوں اور بھی معتوب ۔۔۔ پہلے ہی خفا مجھ سے ہیں تہذیب کے فرزند
اس راز کو عورت کی بصیرت ہی کرے فاش ۔۔۔ مجبور ہیں معذور ہیں مردان خردمند

کیا چیز ہے آرائش و قیمت میں زیادہ آزادیٔ نسواں کہ زمرد کا گلوبند ؟

عہدِ قدیم میں عورت کی حیثیت

قدیم یورپ بلکہ دنیا بھر میں عورت کو کوئی قدر و منزلت نہیں تھی۔ قدیم "علماء" اور "فلاسفہ" عرصہ دراز تک اس کے بارے میں کچھ اس قسم کے موضوعات پر سر کھپاتے رہے کہ کیا عورت میں بھی روح ہوتی ہے؟ اگر اس میں روح ہوتی ہے تو یہ انسانی روح ہے یا حیوانی؟ اور اگر انسانی روح ہے تو مرد کے مقابلے میں اس کا صحیح معاشرتی مقام کیا ہے؟ کیا عورت پیدائشی طور ہی مرد کی غلام ہے یا غلامی سے اس کا مقام کچھ اونچا ہے؟

یونان اور روم

یہ صورتِ حال تاریخ کے ان قلیل وقفوں کے دوران میں بھی جوں کی توں رہی جس میں بظاہر عورت کو معاشرے میں مرکزی اہمیت حاصل تھی۔ جیسا کہ قدیم یونان اور روما میں نظر آتا ہے مگر عورت کی یہ ساری قدر و منزلت اس کی نسوانیت کی قدر و منزلت ہرگز نہ تھی نہ اس کا مطلب بحیثیت مجموعی پورے طبقہ نسواں کی عزت و احترام تھا بلکہ یہ بات بڑے شہروں میں رہنے والی چند نمایاں عورتوں کی تعظیم و تکریم تک ہی محدود تھی جو اپنے بعض ذاتی اوصاف کی وجہ سے معاشرتی تقریبات کی روحِ رواں تھیں ان بگڑے ہوتے اور عیاش طبقے کے لئے محض ایک ذریعہ تفریح تھی چنانچہ وہ ان کی دل کھول کر حوصلہ افزائی کرتا تھا مگر یہ عورت کی بحیثیت انسان تعظیم و تکریم نہ تھی کیونکہ اس کا تمام تر انحصار اس بات پر تھا کہ عورت مرد کے لئے کہاں تک عیش و مسرت کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

جاگیرداری دور میں

یورپ میں عورت کی حیثیت زرعی غلامی (SERFDOM) اور جاگیرداری دور میں بھی برقرار رہی اپنی کوتاہ نظری کی وجہ سے وہ بار بار زندگی کا ظاہری چکا چوند سے فریب کھاتی،

رہی اور یہ سوچ کر کہ زندگی بس اسی کا نام ہے۔ اس نے محض کھانے پینے، بچے پیدا کرنے اور دن رات جانوروں کی طرح کام میں جتے رہنے کو اپنا وظیفہ حیات سمجھ لیا جب صنعتی انقلاب رونما ہوا تو یہ عورت کے لئے بدترین مصائب و آلام کا پیغام ثابت ہوا۔ اب کے اس کو جن مصائب و آلام میں مبتلا ہونا پڑا۔ انہوں نے پچھلی ساری داستانِ ظلم و ستم کو مات کر دیا یورپ کا جو مجموعی مزاج اب تک سامنے آیا ہے وہ کچھ ایسی کجی اور سنگدلی سے مرکب ہے کہ جس کی وجہ سے وہ فیاضی اور خلوص دونوں صفات سے عاری نظر آتا ہے اس نے ہر جگہ انسانوں کو شدید مصائب و آلام سے دوچار کیا مگر اس کے عوض انہیں کبھی کوئی فوری یا دور رس مادی فوائد عطا نہ کئے۔ بہر حال غلامی اور جاگیرداری کے ادوار میں حالات کچھ اس اس قسم کے تھے۔ مروج زراعتی نظام اس طرح کا تھا کہ اس میں مرد ہی کو عورت کے اخراجات کا بار بھی اٹھانا پڑتا تھا۔ یہ اس زمانے کے حالات اور مزاج کے عین مطابق تھا مگر اس وقت بھی عورت بعض گھریلو صنعتوں میں حصہ لیتی تھی۔ جو ہر زراعتی معاشرے میں پائی جاتی ہیں ان گھریلو صنعتوں کے ذریعہ گویا عورت مرد کو ان اخراجات اور مالی بار کا معاوضہ چکا دیتی تھی جو وہ اس کی وجہ سے برداشت کرتا تھا۔

صنعتی انقلاب کے بعد

مگر صنعتی انقلاب کے ساتھ ہی کیا دیہات کیا شہر سب جگہ صورت حال بالکل بدل گئی۔ خاندانی زندگی بالکل تباہ ہو گئی اور خاندان کے افراد کو جوڑنے والا رشتہ بھی ختم ہو گیا کیونکہ صنعتی انقلاب کی لائی ہوئی تبدیلی کے بعد مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں اور بچوں کو بھی گھر چھوڑ کر کارخانوں کی راہ لینی پڑی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شوہر پر بیوی اور باپ پر اولاد تک بارگراں بن گیا۔ ہر شخص کے لئے خود اپنے آپ ہی کو سنبھالنا مشکل ہو گیا کجا کہ وہ دوسرے متعلقین کا بوجھ اٹھاتے معاشی حالات نے مجبور کر دیا کہ ہر فرد کمانے والا فرد بن جائے۔ کنواری اور شادی شدہ اور بیوہ سب ہی قسم کی عورتوں کو رفتہ رفتہ کسب رزق کے لئے نکل آنا پڑا۔ اس طرح خاندانی بنیادوں پر کاری ضرب لگ گئی۔ تھکے ہوتے انسان کو انسانی

تشفقتوں کی جستجو نہ رہی پھر دوسری طرف جب دونوں صنفوں میں ربط و اختلاط کے مواقع زیادہ بڑھے اور اس کے فطری نتائج ظاہر ہونے لگے تو اسی شخصی آزادی کے تصور اور اس نئے پُر فریب فلسفہ نے آگے بڑھ کر باپوں اور بیٹیوں، بہنوں اور بھائیوں، شوہروں اور بیویوں کو اطمینان دلایا کہ کچھ گھبرانے کی بات نہیں جو کچھ ہو رہا ہے خوب ہو رہا ہے یہ گراوٹ نہیں اُٹھان ہے، ترقی ہے۔ یہ بد اخلاقی نہیں عین لطف زندگی ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا تاکہ مجبوری کے بعد اب اس فلسفہ کے ساتھ رضامندی ترقی پسندی بھی وابستہ ہو جائے اور حالت پھر یہ ہو گئی کہ صنعتی اِنارکی کی ایسی وبا پھیلی کہ مرد اور عورت اپنے جنسی جذبات کی تسکین کا جو موقع پاتے۔ اس سے بلا تکلّف فائدہ اُٹھاتے۔ اور اخلاقی بندشیں منہ دیکھتی رہ جاتیں۔ اسی ماحول نعیبیۃ کا قیام وادی کی اکثر آبادی چاہتی ہے؟ چونکہ اس صنعتی انقلاب کی وجہ سے بچّوں اور عورتوں پر معاش کی جو ذمہ داری آن پڑی تھی۔ اس سے خاندانی رشتہ کمزور پڑ گیا اور خاندانی زندگی مکمل طور پر انتشار کی نذر ہو گئی مگر اس انقلاب میں سب سے زیادہ مظلوم ہستی عورت تھی۔ اس کو اب پہلے سے کہیں زیادہ شدید محنت کرنا پڑی تھی۔ اس کا احترام اور وقار بھی رخصت ہو چکا تھا اس کے باوجود وہ نفسیاتی طور پر آسودہ خاطر تھی۔ اور نہ مادی لحاظ سے خوشحال۔ مرد نے نہ صرف یہ کہ عورت کا خواہ وہ اُس کی بیوی تھی یا ماں۔ مالی سہارا بننے سے انکار کر دیا بلکہ اپنی روزی آپ کمانے کی ذمّہ داری بھی اُلٹا اُس کے سر پر ڈال دی تھی۔ اس طرح عورت اب نہ صرف مرد کے لئے سامانِ تسکین رہی بلکہ بچّوں کی پرورش کے ساتھ ساتھ اب مرد اُس کے نانِ نفقہ سے بھی بری ہو گیا۔ اور یہ تیسری ذمّہ داری بھی عورت کے اپنے کندھوں پر ہی پڑی۔ علامہ اقبالؒ لکھتے ہیں:۔

کوئی پوچھے حکیم یورپ سے
ہند و یونان ہیں جس کے حلقہ بگوش
کیا یہی ہے معاشرت کا کمال
مرد بے کار و زن تہی آغوش!

پہلی جنگِ عظیم کا اثر

پہلی جنگِ عظیم میں یورپ اور امریکہ کے لاکھوں مرد مارے گئے اور اپنے پیچھے لاکھوں بے خاوند عورتیں چھوڑ گئے۔ جنہیں انتہائی مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔ اب نہ کوئی ان کا سہارا تھا اور نہ کوئی سر دھرا جس کی حفاظت میں وہ زندگی بسر کر سکیں جو لوگ ان کے لئے زندگی کا سہارا تھے ان میں کچھ تو مارے گئے تھے کچھ عمر بھر کے لئے معذور ہو گئے تھے کچھ ایسے تھے کہ جنہیں خوف، اعصابی کھنچاؤ اور زہریلی گیسوں نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ناکارہ بنا دیا تھا اور کچھ کئی سال کی قید کاٹ کر تازہ تازہ قید خانوں سے رہا ہوئے تھے۔ اور اپنے آپ کو دنیا کی دلچسپیوں میں گم کر دینا چاہتے تھے اور ان لوگوں کے دلوں میں شادی کی کوئی خواہش موجود نہ تھی کیونکہ شادی کر کے وہ اپنے آپ کو جسمانی اور مادی جھنجھٹوں میں مبتلا کرنے کے لئے ہرگز تیار نہ تھے۔ جنگ کی وجہ سے مردوں کی تعداد میں جو خلاء پیدا ہو گیا تھا اس کو بھرنا زندہ رہنے والوں کے بس کی بات نہ تھی۔ مزدوروں اور کارکنوں کی کمی کے باعث کارخانوں کے کام پر بہت برا اثر پڑا۔ جس کی وجہ سے جنگ کے نقصانات کی تلافی بھی ناممکن ہو گئی۔ اس لئے عورتوں کو مجبوراً گھروں سے باہر نکلنا اور نکل کر مردوں کی جگہ لینی پڑی کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کرتیں تو وہ ان کے سارے متعلقین بوڑھی عورتیں اور چھوٹے بچے بھوک سے مر جاتے مگر کارخانوں میں جا کر کام کرنے کے نتیجے میں عورت کو اپنی سیرت و کردار، اپنی نسوانیت دونوں کی قربانی دینی پڑی، کیونکہ اب یہ اس کی ترقی میں سدِ راہ بن گئی تھیں۔ اور ان کی موجودگی میں اس کے لئے آزادانہ روزی کمانا مشکل ہو گیا تھا۔ دوسری طرف کارخانہ داروں کا یہ حال تھا کہ وہ صرف کام کرنے والے ہاتھ ہی نہیں چاہتے تھے بلکہ اپنی شہوات نفسانی کا سامان بھی مانگتے تھے۔ عورت جس بے بسی سے دوچار تھی، اس کے ہوتے ہوئے ان لوگوں کو اپنی حیوانی خواہشات کی تسکین کا سنہری موقع ہاتھ آ گیا۔ جس سے انہوں نے خوب خوب فائدہ اٹھایا۔ اس طرح عورت بے چاری کو دوہرے فرائض انجام دینے پڑے۔ ایک تو کارخانے میں مزدوری کرنا اور اس کے ساتھ ساتھ کارخانہ دار کا دل بہلانا اب صرف بھوک ہی عورت

کا مسئلہ نہیں تھا بلکہ جنسی تسکین بھی اس کا ایک بڑا سنگین مسئلہ بن گیا تھا۔ جنگ میں مردوں کی ایک کثیر تعداد کے ختم ہو جانے کی وجہ سے اب ہر عورت کے لئے شادی کرنا بھی ممکن نہیں رہا تھا۔ کہ جائز ذریعے سے اس کے تمام صنفی تقاضے پورے ہو سکتے دوسری طرف یورپ میں جو مذہب رائج تھا اس کی وجہ سے جیسا کہ اس قسم کی ہنگامی حالات میں اسلام نے انتظام کیا ہے کہ کثرت ازدواج کی سرے سے کوئی گنجائش ہی نہیں تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ بے چاری عورت اپنے بے رحم جذبات، خواہشات کے رحم وکرم پر چھوڑ دی گئی۔ ایک طرف روزی کمانے کی فکر اور جنسی آسودگی اور دوسری طرف قیمتی کپڑوں بناؤ سنگھار اور بننے، اور ٹھننے کی خواہش ان سب سے مغلوب ہو کر وہ ایک مخصوص ڈگر پر چل پڑی اور یورپی عورت کا کام اب صرف یہ رہ گیا تھا کہ مردوں کا دل لبھاتے، کارخانوں اور دفتروں میں ملازمت کرتے اور اپنی خواہشات ہر جائز اور ناجائز ذریعے سے پوری کرے مگر اس کے پاس جس قدر سامان تعیش بڑھتا جاتا تھا اسی قدر اس کی ہوس بھی بڑھتی جاتی تھی۔ جس کو پورا کرنے کے لئے طریقہ صرف یہ تھا کہ وہ اپنے زیادہ سے زیادہ اوقات محنت مزدوری کے لئے وقف کر دے۔ کارخانہ داروں نے عورت کی اس کمزوری سے خوب فائدہ اٹھایا اور صریح بے انصافی کا ارتکاب کرتے ہوئے مردوں کے مقابلے میں اس کے کام کا معاوضہ بہت کم رکھا تھا۔

معاشرتی انقلاب کے بعد

مگر اس انقلاب کے بعد عورت کو کیا ملا؟ جسمانی لحاظ سے اب وہ پہلے سے بھی زیادہ تھکی ہوئی تھی۔ معاشرے میں اس کی کوئی عزت نہ تھی۔ اپنی نسوانیت وہ کھو چکی تھی اب نہ کوئی اس کا خاندان تھا اور نہ بچے کہ جن کی خاطر قربانیاں دے کر اپنی شخصیت کو حقیقی آسودگی اور عظمت کو پا سکتی۔ مگر اس انقلاب کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ اب اس کے لئے بھی مردوں کے مساوی اجرت کا حق تسلیم کر لیا گیا اور یہی وہ "واحد حق ہے جو اب تک یورپ عورت کو دے چکا ہے۔"

ان حقائق سے یہ حقیقت بے پردہ ہو کر سامنے آتی ہے کہ اصل میں تحریک آزادیٔ

نسواں کا مطلب عورت پر ظلم و تشدد کی انتہا اور اس کو فقط سامانِ تسکین بنا کر رکھنا ہے۔ اس حقیقت کو ہر وہ مرد و زن سمجھ سکتا ہے جس کو عقلِ سلیم سے تھوڑا بھی حصہ میسر آیا ہو۔

اسلام کی بُنیادی خصوصیت مساوات

اسلامی نظامِ حیات کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ وہ عورت کو بھی انسانیت کا ویسا ہی اہم جزو قرار دیتا ہے جیسا کہ ایک مرد کو، اور اس میں بالکل ویسی ہی رُوح کا وجود مانتا ہے جیسی کہ مرد میں پائی جاتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

"اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو۔ جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں"۔ (سورۃ النساء آیت - ۱)

گویا مرد اور عورت اپنے نقطہ آغاز اپنی جائے قرار اور اپنے انجام کے لحاظ سے ایک دوسرے کے ہم پلہ ہیں اور یکساں اور مساوی حقوق کے حقدار ہیں۔ اسلام نے عورت کو مردوں کی طرح جان، آبرو اور مال و جائیداد کے حقوق دیئے ہیں۔ اس نے اس کی ذات کو محترم قرار دیا ہے اور کسی کے لئے یہ بات جائز نہ رکھی کہ وہ اس میں عیب نکالے یا اس کی پیٹھ پیچھے اُس کی بُرائی بیان کرتے اور نہ کسی کو یہ حق دیا کہ وہ اس کی ٹوہ میں رہے اور اس کی اپنے نسوانی فرائض کی بجاآوری کی وجہ سے حقیر جانے، یہ سب حقوق عورت کو اسی طرح حاصل ہیں جس طرح مرد کو۔ ان میں مرد و عورت کے درمیان کوئی تفریق روا نہیں بلکہ اس سلسلے میں موجود قوانین کا اطلاق دونوں پر مساوی طور پر ہوتا ہے۔

"اے ایمان والو۔ نہ مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہیئے۔ کیا عجب ہے کہ (جن پر ہنستے ہیں) وہ ان سے (خدا کے نزدیک) بہتر ہوں اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہیئے۔ کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور ایک دوسرے کو طعنہ نہ دو اور نہ ایک دوسرے کو بُرے القاب سے پکارو

اور تجسس نہ کیا کرو اور نہ تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی غیبت کرے"۔

(سورۃ الحجرات، آیت ۱۱)

"اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں داخل مت ہو۔ جب تک کہ اجازت حاصل نہ کرو۔ اور ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کرو"۔

(سورۃ النور۔ آیت ۲۷)

"ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون۔ آبرو اور مال حرام ہے"۔

(بخاری و مسلم)

اس طرح آخرت میں اجر کے لحاظ سے بھی اسلام نے مرد و عورت کو مساوی قرار دیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:۔ "سو قبول کر لیا اُن کی دُعا کو اُن کے رب نے۔ میں تم میں سے کسی شخص کے کام کو اکارت نہیں کرتا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، تم آپس میں ایک دوسرے کے جزو ہو"۔

(آل عمران۔ آیت ۱۹۵)

جائیداد کے حق میں مساوات

جہاں تک مال اور جائیداد کے حق کا تعلق ہے۔ اس معاملے میں بھی اسلام نے عورتوں اور مردوں میں مساوات کو ملحوظ رکھا ہے۔ چنانچہ مرد ہو یا عورت اپنی جائیداد کی خرید و فروخت اور اس کا انتظام کرنے میں بالکل آزاد ہوتی ہے۔ وہ چاہے اس کو رہن رکھے پٹہ پر دے کسی کو ورثے میں دے، فروخت کرے یا اس کو مزید زمین خریدنے کا ذریعہ بنائے یا اس کو اپنی اخراجات پوری کرنے میں استعمال کرے ان تمام معاملات میں عورت کو مرد کے برابر حقوق حاصل ہیں۔

"مردوں کے لئے بھی ہے اس چیز میں جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جاتیں اور عورتوں کے لیے بھی حصہ ہے اس چیز میں سے جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جاتیں"۔

(سورۃ النسا۔ آیت ۔ ۷)

"مردوں کے لئے انکے اعمال کا بدلہ ہے اور عورتوں کے لئے ان کے اعمال کا بدلہ۔" (سورۃ النساء - آیت ۳۲)

عورت کی آزاد حیثیت:

اسلام اس لحاظ سے ایک امتیازی شان کا مالک ہے کہ اس نے عورت کو آزاد معاشی مقام عطا کیا اور اس کو یہ حق دیا کہ وہ کسی درمیانی واسطے کے بغیر اپنی جائیداد میں جس طرح چاہے تصرف کرے، نہ صرف یہ بلکہ اسلام نے عورت کی زندگی کے سب سے اہم مسئلے شادی کے معاملے میں بھی عورت کی آزاد حیثیت کو قایم کیا اور یہ اعلان کر دیا کہ اس کی مرضی کے بغیر اس کی شادی نہیں کی جا سکتی، نکاح کی صحت کے لئے اس کی رضامندی ایک ضروری شرط ہے۔ فرمان نبوی ہے کہ، کسی بیوہ کا نکاح اس کے مشورے کے بغیر نہ کیا جائے اور کسی کنواری کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر نہ کرو۔ کنواری کی رضامندی اسکی خاموشی ہے (بخاری و مسلم)

اسلام نے عورت کی رضامندی کو اس قدر اہمیت دی کہ اگر نکاح کے بعد بھی کوئی عورت ایمانا یہ کہہ دے کہ اس کا نکاح اس کی رضامندی سے نہیں کیا گیا تو نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔

علیحدگی کا حق:

اسلام سے قبل اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے آزادی کی طالب ہوتی تھی تو وہ ناجائز اور غلط طریقے اختیار کرنے پر مجبور ہوتی تھی، خاوند کو اس پر کلی اختیار حاصل تھا اور وہ بالکل اس کے تابع فرمان تھی کیونکہ نہ ملکی قانون میں طلاق کی گنجائش تھی اور نہ مروجہ ضابطہ ہی اس کو اپنے خاوند سے علاحیدگی کی اجازت دینے کا مجاز تھا۔ اسلام نے عورت کو یہ حق بھی واضح اور غیر مبہم الفاظ میں عطا کیا کہ وہ جب چاہے اپنے اس حق کا استعمال کر سکے۔ مشرق میں اس وقت جو سماجی اور معاشی حالات ہیں۔ ان کو دیکھتے ہوئے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے اس حق کی حیثیت ایک فریب نظر سے زیادہ نہیں مگر مشرق کے یہ موجودہ حالات اسلام کے پیدا کردہ نہیں بلکہ یہ اسلام سے انحراف کا نتیجہ ہیں۔ اور قوانین اسلامی

کے عملی نفاذ میں ۳ رراہ بننے ہوتے ہیں۔ اسلام کے دورِ اول میں عورت اپنے اس حق کو استعمال کرتی تھی اور اس کو آنحضورؐ نے بحیثیت شارع اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء نے بھی عورت کے اس حق کو پوری طرح تسلیم کیا۔ آج ہم چاہتے ہیں کہ طاغوتی نظام کا خاتمہ ہو تاکہ اسلامی قوانین کو نافذ کیا جا سکے۔

حصولِ علم کا حق

پھر اسلام ہی وہ دین ہے کہ جس نے ایک ایسے دور میں ساری انسانیت کے لئے علم کی اہمیت پر زور دیا ہے جب دنیا میں ہر طرف جہالت اور تاریکی کا دور دورہ تھا۔ اس نے علم کو محض ایک مخصوص طبقے کا حق قرار نہ دیا بلکہ تمام انسانوں کے لئے ایک ناگزیر ضرورت بتایا اور تمام مسلمانوں کے لئے اس کا حصول ان کے ایمان اور اسلام کی ضروری شرط قرار دیا۔ یہ شرف بھی اسلام کو حاصل ہے کہ اس نے عورت کو آزاد وجود قرار دے کر اس کو بتایا کہ علم کے بغیر اس کی شخصیت کی تکمیل ناممکن ہے۔ حصولِ علم جس طرح مرد پر فرض ہے اسی طرح یہ عورت پر بھی فرض ہے کیوں کہ اسلام چاہتا ہے کہ عورتیں جسمانی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ اپنی عقل روح کو بھی ترقی دیں تاکہ بہتر زندگی گذار سکیں۔ کون نہیں جانتا کہ حضرت عائشہ رضؓ جیسی معلمہ سے لاتعداد صحابی و صحابیات قرآن و حدیث و دیگر مسائل کا علم حاصل کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضؓ کا سیاسیات میں حصہ لینا کس پر عیاں نہیں، حضرت صفیہ رضؓ، حضرت حفصہ رضؓ، اُم عطیہ رضؓ۔ اُم عمارہ رضؓ۔ اُم سلیم رضؓ، حضرت زینب رضؓ کے دینی خدمات کو کون فراموش کر سکتا ہے۔

اُوپر جو کچھ عرض کر چکی ہوں وہ اس جھوٹ کا پردہ چاک کرنے کے لئے بالکل کافی ہے کہ اسلام عورت کو ثانوی درجے کی مخلوق سمجھتا ہے یا اس کو مرد کا تابع اور زیرِ حراست بنا کر رکھنا چاہتا ہے کہ اسلام کی نگاہ میں اس کا وظیفہ حیات سرے سے کوئی اہمیت ہی نہیں رکھتا۔ کیوں کہ اگر ان الزامات میں کچھ بھی حقیقت ہوتی تو اسلام عورت کے لئے علم کی اہمیت پر اس قدر زور ہرگز نہ دیتا۔ عورت کے لئے علم پر اس قدر زور دینے سے ظاہر ہے کہ اسلام کی نگاہ میں عورت کو خدا کے ہاں بھی اسلامی معاشرے میں بھی ایک بلند اور باعزت

مقام حاصل ہے اور مرد پر باضابطہ طور عورت کے متعلق فرائض عائد کئے گئے ہیں۔

اسلام اور جدید تحریک آزادی نسواں

اسلام نے عورت کو جو عزت اور مقام بخشا ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے یہ عجیب بات ہے کہ جدید مسلمان عورت آزادی نسواں جیسے مغربی فریب کا سہارا لے کر حقوق کے نام پر ہنگامہ برپا کرتے۔ کیا کوئی ایسا حق باقی ہے جو اسلام نے عورت کو نہیں دیا جس کی وجہ سے وہ اپنے حقوق کی خاطر باقاعدہ مہم چلانے پر مجبور ہے۔ اصل یہی ہے مسلم عورت کے خلاف مغربی بے ہودہ اور بے بنیاد پروپیگنڈہ سے یہ عورت مرعوب ہو چکی ہے۔ مغرب کی چمک دمک اس کو بے تاب اور بے سکون کر گئی ہے۔ یہ عورت فقط مردوں کے لئے سامانِ تسکین بن کر لباس چاک کر کے مغربی عورت کو یہ دکھانا چاہتی ہے کہ جس نام نہاد آزادی نسواں پر اُسے فخر ہے، میں اُس میں تم سے بھی آگے نکل آتی ہوں۔ نہیں تو وہ دل و دماغ اور آنکھوں سے مغربی پردہ ہٹا کر ان حقائق پر غور کرتے۔

انسانی مساوات: آج کی مسلمان عورت کا مطالبہ ہے کہ اس کو مساوی انسانی درجہ دیا جائے مگر شاید اسے معلوم نہیں اسلام اس کو یہ حق آج سے چودہ سو برس پہلے دے چکا ہے نظریاتی طور پر نہیں بلکہ عملاً اور قانوناً بھی۔

تعلیم کا حق: اپنے لئے تعلیم حاصل کرنے کا حق چاہتی ہے؟ اسلام نہ صرف اس کے اس ضمن کو تسلیم کرتا ہے بلکہ اس پر اس کا حصول فرض قرار دیتا ہے

شادی کا حق: کیا وہ اپنے لئے یہ حق مانگتی ہے کہ اس کی اجازت اور مرضی کے بغیر اس کی شادی نہ کی جائے؟ تو پھر یہ حق تو اسلام نے ہی اُسے دے رکھا ہے قبل از نکاح اگر وہ ہونے والے شوہر کو دیکھنا چاہتی ہے تو اس کی بھی اُسے اجازت ہے۔

انصاف شفقت اور قانونی تحفظ

کیا وہ چاہتی ہے کہ گھر کی چار دیواری میں رہ کر اپنے فرائض بجالاتے اور اس کے ساتھ انصاف اور مہربانی کا برتاؤ کیا جائے اگر اس کا خاوند اس سے بدسلوکی اور بے انصافی کا مرتکب ہو تو اُس کو اس سے علاحیدگی کا حق حاصل ہو؟ اسلام عورت کو یہ سارے حقوق دیتا ہے۔

گھر سے نِکلنے کی خواہش:

اگر وہ گھر سے نکلنا چاہتی ہے تو اسلام نے بوقت ضرورت باپردہ ہوکر اُسے نکلنے کی اجازت دے رکھی ہے۔

ایک استثناء:

لیکن اگر وہ چاہتی ہے کہ اُسے چھچھورپن اور اخلاق باختگی کا مظاہرہ کرنے کی آزادی دی جائے۔ بناؤ سنگھار کرکے بازاروں کی زینت بننے کی اجازت دی جائے، مخالف جنس کو فتنہ میں مبتلا کرنے کی ڈھیل دی جائے اور انسانیت کو حیوانی سطح پر لاکھڑا کرنے کا موقع فراہم کیا جائے۔ اور ان انسانیت سوز سرگرمیوں پر بھی کوئی گرفت نہ کی جائے تو ظاہر ہے کہ اسلام کے ہاں اس کو یہ آزادی اور چھوٹ حاصل نہیں ہوسکتی کیونکہ اسلام ان سب چیزوں کو انسانی عزت وشرف کے منافی سمجھتا ہے اور یہ برداشت نہیں کرتا کہ کوئی عورت یا مرد اِن میں پڑکر اپنی انسانیت میں بٹہ لگاتے اگر کسی عورت کو یہی چیزیں مطلوب ہیں۔ اور وہ چاہتی ہے کہ اخلاقی اور روحانی بندشوں سے آزاد ہوکر حیوانوں جیسی زندگی بسر کرتے تو وہ خارج از اسلام ہوکر ہی اس شرم وحیاء سے عاری بدترین غلامی کو پاسکتی ہے، جس کے لئے مغربی مکاروں نے آزادئ نسواں کا پُرفریب جملہ تراشا ہے۔

اس حقیقت سے مجھے اِنکار نہیں کہ مسلم عورتیں بالعموم پسماندگی کی شکار ہیں مگر اس صورتِ حال کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟ کیا اسلام اور اس کی تعلیمات

کو کسی لحاظ سے بھی اس کا ذمہ دار ٹھہرایا جاسکتا ہے۔؟ حق یہ ہے کہ آج مسلم عورت جس حالتِ زار میں مبتلا ہے وہ غیر اسلامی اقتصادی، سماجی، سیاسی اور نفسیاتی حالات کا نتیجہ ہے جن کے ساتھ بے غیرت مردوں نے سمجھوتہ کیا ہوا ہے اور عورتوں نے اپنے آپ کو انہی حالات کے سپرد کیا ہے۔

رُسوا کیا اس دور کو جلوت کی ہوس نے — روشن ہے نگہ آئینۂ دل ہے مکدر
بڑھ جاتا ہے جب ذوقِ نظر اپنی حدوں سے — ہو جاتے ہیں افکار پراگندہ و ابتر
آغوشِ صدف جس کے نصیبوں میں نہیں ہے — وہ قطرۂ نیساں کبھی بنتا نہیں گوہر
خلوت میں خودی ہوتی ہے خود گیر ولیکن — خلوت نہیں اب دیر و حرم میں بھی میسر

اب میں مضمون کے ایک اہم پہلو کی طرف آتی ہوں چونکہ جموں و کشمیر میں مغربی لباس، مغربی معاشرت، مغربی آداب و اطوار حتیٰ کہ چال ڈھال اور بول چال یہاں تک کہ اگر بچوں کے نام رکھتے ہوں تو مغربی طریقوں کی نقل اُتاری جاتی ہے، معاشرہ پوری طرح مغربی معاشرہ بن کر رہ گیا ہے۔ الحاد اور مادہ پرستی کو ذریعہ نجات اور زینہ ترقی سمجھا جاتا ہے۔ ہر وہ فکر جو مغرب سے آتی ہے اس پر عمل کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ بالکل جس طرح حکم قرآنی پر عمل کئے بغیر چارہ نہیں ہے، شراب، سینما (جو VEDIO کی شکل میں لگ بھگ ہر گھر میں موجود ہے) جوا۔ بے حیائی اور عریانیت غرض مغربی تہذیب کا خبیث ثمرہ خریدا نہیں، بلکہ لُوٹا جارہا ہے اور یہاں تک نوبت آگئی ہے، معاشرت، معشیت، سیاست قانون، حتیٰ کہ مذہبی عقائد اور عبادات کے متعلق بھی جتنے مغربی نظریات یا عملیات تھے اُن کی آنکھ بند کرکے تقلید کی جارہی ہے۔ اب جہاں بد اخلاقی، نفس پرستی اور لذاتِ جسمانی کی بندگی اس حد کو پہنچ چکی ہو جہاں عورت مرد جوان، بوڑھے سب کے سب عیش کوشی میں اس قدر منہمک ہو گئے ہوں اور جہاں انسان کو شہوانیت کی انتہائی اشتعال نے یوں آپے سے باہر کر دیا ہو، ایسی جگہ اُن تمام اسباب کا بروئے کار آجانا، کفر کا مسلط ہونا ظلم و تشدد کا شکار ہونا ایک طبعی امر ہے جو کسی قوم کی ہلاکت کے موجب ہوتے ہیں۔ جماعت میں عیش پرستوں کا وجود جماعت کا اسے بخوشی گوارا کر لینا اور اپنی خاموشی کے ذریعہ گویا اس

کی اجازت دینا عیش وعشرت کے اسباب کا ازالہ کرنے کی طرف توجہ نہ کرنا اور عیش
پرستوں کو فساد پھیلانے کے لئے آزاد چھوڑ دینا، یہ اپنی عین فطرت کے اعتبار سے ایسے
اسباب وعوامل ہیں جو آخر لازماً تباہی اور بربادی کے گڑھے میں گرا دیتے ہیں۔ اسلام کی
نظر میں جُرم عیش پرستی کی تاریخ اور اس کا انجام یہی ہے۔ یہ خرابی پہلے چند انفرادی
کرداروں میں نمودار ہوتی ہے پھر جب جماعت اسے خاموشی سے گوارا کر لیتی ہے تو یہ فساد
اپنے نتائج سامنے لاتا ہے اور یہ جماعت کے جسم کو اپنے نامبارک اثرات سے رستے
ہوئے ناسوروں میں بدل دیتا ہے۔ مقدمات پر نتائج کے مرتب ہونے اور فراہمی اسباب
پر مسببات کے ظہور میں آنے کے قاعدہ کے تحت یہ فساد جماعت کو بالآخر ہلاکت
کے غار میں دھکیل دیتا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ کہنا حرام کو حلال کردینے کے مترادف
نہ ہوگا۔ کہ اگر قوم کے احوال وظروف کا تقاضا نہ ہو تو اسلام بذات خود خستہ حالی
اختیار کرنے کی دعوت نہیں دیتا۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ زن نما چہرے مُنہ
میں شیطانی مشغل شوخ کپڑے اور ریشمی لباس یا نقش ونگار سے آراستہ لباس
پہننے سے مرد کی امتیازی شان گھٹتی اور اُس کا وقار مجروح ہوتا ہے۔ ایسے لباس سے
ان میں عیش کوشی اور سہل پسندی راہ پاتی ہے۔ خاص طور پر زمانۂ جہاد میں اور یا
ایسی شکل میں جب کہ جماعت کے اقتصادی حالات ایسے بناؤ سنوار کی اجازت نہ دیتے
ہوں، مرد حضرات نے جب دہشت سے پھٹی آنکھوں کے ساتھ غیر مسلم خصوصاً فرنگی
عورتوں کی ذہنیت وآرائش اور ان کی آزادانہ نقل وحرکت اور غیر مسلم معاشرت میں اُن کی
سرگرمیوں کو دیکھا۔ اُس پر فحش لٹریچر، تصاویر اور سینما پر بھی اُن کی نظر پڑی تو اضطراری
طور پر ان کے دلوں میں تمنا پیدا ہوئی کہ کاش ہماری عورتیں بھی اس روش پر چلیں۔ تاکہ
ہمارا تمدن بھی غیر مسلم یا خصوصاً فرنگی تمدن کا ہمسر ہوجاتے جہاں اس سائنسی دور میں
کروڑوں میٹر کپڑا ہر روز فیکٹریوں میں بنتا ہے مگر اس عورت کو صرف چھ اِنچ کپڑوں کے
دو ٹکڑے میسر آتے ہیں۔ پھر یہ حضرات آزادیٔ نسواں اور تعلیم اناث اور مساوات مرد
وزن کے ان جدید نظریات سے بھی متاثر ہوتے جو طاقتور استدلالی زبان اور شاندار

طباعت کے ساتھ بارش کی طرح مسلسل اُن پر برس رہے ہیں"۔ آپ غور کریں۔ مرد حضرات اس ذلالت کے دلدل میں اس قدر گر گئے کہ وہ یہ فراموش کر گئے کہ جن عورتوں کو وہ سڑکوں، فیکٹریوں، دفتروں اور تفریح گاہوں میں نیم عریاں اور بناؤ سنگھار کا مجسمہ بن کر دیکھنا چاہتے ہیں تا کہ وہ نفس امارہ کے لئے سامان تسکین حاصل کر سکیں۔ ان عورتوں میں وہی کچھ اس مرد کی ماں بہن بیوی اور بیٹی کو بھی بننا پڑے گا۔ کیوں کہ جب وہ سطح حیوانیت پر آکر دوسری عورتوں سے جو لازماً کسی کی بیوی ماں، بہن اور بیٹی ہوگی سے تسکین نفس حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس کی اپنی ماں بہن، بیوی اور بیٹی سے دوسرے مرد سامان نفس کیوں نہ حاصل کریں؟ یہ ایک لازمی اصول ہے۔ جس طرح آپ کسی کے گھر پر ڈاکہ ڈالتے ہیں تو آپ کا گھر ڈاکہ پڑنے سے محفوظ کیسے رہ سکتا ہے۔ اس طرح یہ کہنے میں مجھے کوئی ہچکچاہٹ نہیں کہ آج کا مرد ذلالف کی اس نچلی حد تک پہونچ گیا ہے جہاں وہ شرم و حیا اور غیرت جیسی اعلیٰ اخلاقی قدروں کو طلاقِ بائن دے کر اس بات پر راضی ہو گیا ہے کہ ٹھیک ہے، میں غیر عورتوں سے تسکین نفس حاصل کرتا رہوں۔ کوئی حرج نہیں دوسرے مرد میری ماں، بہن، بیٹی اور بیوی سے تسکین نفس حاصل کرتے رہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آپ زبان سے اس بات کا اعلان نہیں کر رہے ہیں مگر عملاً تو آپ یہی کچھ کرتے ہیں۔؟ یہی وجہ ہے کہ آپ قوام (سردارِ زن) ہونے کے باوجود اپنی ماں، بہن بیوی اور بیٹی کو بے پردہ بناؤ سنگھار اور چمکیلے باریک اور چُست کپڑے پہن کر گھر سے نکل کر بازاروں کی زینت بننے کی اجازت دیتے ہیں۔ اور اس پر حد یہ کہ اس بے غیرتی کی انتہا پر آپ فخر محسوس کر رہے ہیں۔

اک زندہ حقیقت مرے سینے میں ہے مستور کیا سمجھے گا وہ جس کی رگوں میں ہے لہو سرد
نے پردہ نہ تعلیم، نئی ہو کہ پرانی نسوانیت زن کا نگہبان ہے فقط مرد

جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا
اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد

اور جب نکاح ڈھونڈنے کا مسئلہ ہو تو اوّل پیمانہ لڑکی کا نوکری یافتہ ہونا ٹھہرا لے

...اس فرمانِ نبوی ﷺ پر عمل کہاں "کہ تم نہ لڑکی کا حسب نسب، حسن و مال دیکھ کر نکاح کرنا، بلکہ لڑکی کی دین... ی کو پیمانہ نکاح مقرر کرنا، یہ مرد حضرات تو کسی بھی طرح چاہتے ہیں زیادہ سے زیادہ مال و دولت گھر میں داخل ہو جاتے خواہ وہ کسی بھی طرح ہو، اس مرد کی غیرت، کبھی اس کو یہ احساس نہیں دلاتی کہ تم کیسے مرد ہو کہ تمہاری بیوی صبح سے شام تک دن تو غیر مردوں کے ساتھ گذارتی ہے فقط رات گذارنے کے لئے تمہارے ساتھ گھر میں آتی ہے۔؟ آپ کشمیر کی حالت زار کا مدبرانہ جائزہ لیں، آپ محسوس کریں گی، اکثریت شعوری طور فرقہ مرجیہ بن کر رہ گئی ہے۔ یعنی زبان سے ایمان کا اقرار کرو، دل سے تصدیق کرو۔ بس پھر چاہے لاکھ برائیاں کرو۔ کوئی گناہ نہیں؟ ایک طرف بھارتی حکومت ہر پل ہر لمحہ ظلم و تشدد کی انتہا کر رہی ہے بچوں جوانوں بوڑھوں کا قتل عام برق رفتاری کے ساتھ جاری ہے۔ آباد بستیوں کو کھنڈرات میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔ صنف نازک کو بے آبرو کرنے کے لئے بھارتی فوج خونخوار وحشی درندوں کی طرف ہر وقت ہانپتے رہتے ہیں۔ غرض ہر دل مجروح، ہر آنکھ اشکبار ہر چہرے پر خوف طاری ہے مظلوم اور محکوم عوام کی چیخیں برفیلی چوٹیوں سے ٹکرا کر واپس بے کس اور بے بس سینوں میں دفن ہو رہی ہیں اور ان مصائب اور مشکلات پر صرف یہ سامانِ صبر و سکون ہے کہ ہم اسلام کی سربلندی یعنی زمینی قدروں اور پیمانوں کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں تاکہ آسمانی قدروں اور پیمانوں کا نفاذ ممکن ہو سکے اور ہماری زندگی ہر شعبہ میں بندگی کا نمونہ بن کر رہ جائے اور تب ہی ممکن ہے جب ہم بھارت کے طاغوتی نظام سے چھٹکارا حاصل کریں مگر دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں یہی معاشرہ جس کے فرد اسلامی تحریک کا اثاثہ بنے ہوتے ہیں۔ اُن میں اکثریت ذخیرہ اندوزی، ناجائز منافع خوری۔ سود خوری، عریانیت، رشوت خوری، ملی مفادات پر ذاتی مفادات کو ترجیح دینے کی بیماری، بے حیائی، بے شرمی کا قابل شرم نمونہ بن کر رہ گیا ہے کوئی بھی ذی ہوش شخص جو اس طوفان بد امراض معاشرے کا مشاہدہ کر چکا ہو، کیا یہ بات تسلیم کر سکتا ہے کہ ہماری قربانیوں کا مقصد نفاذ شریعت ہے، نہیں ہرگز نہیں۔ اس ذی ہوش انسان کی طرف سے لازمی یہ سوال ہوگا کہ یہ صحیح ہے۔ کشمیر کی عوام بھارت

سے صرف اسلام کی سربلندی کے لئے چھٹکارا چاہتی ہے کیوں کہ بھارت کی خبیث حکمت نے مسلمانوں کی زندگی یعنی بندگی کو روزہ، نماز، حج تک محدود کر رکھا ہے، باقی عبادات اور معاملات پر بھارت نے پہرے بٹھا کر خودساختہ قانون کی عملی پیروی کرنے کے لئے ہمیں مجبور کیا ہے مگر یہ تو بتائیے، ذخیرہ اندوزی، ناجائز منافع خوری، رشوت خوری، سود خوری، کم ماپ تول طوفانِ بے حیائی، بے شرمی پر کیا قرآن کی واضح حرمت بیان نہیں ہوتی ہے پھر کس چیز نے آپ لوگوں کو ان احکامات سے باغی بنایا ہے۔ آپ اِن مہلک بیماریوں کا علاج کیوں نہیں کرتے، یہ علاج تو آپ کے اپنے ہاتھوں میں ہے۔ تو ذرا میرے دینی بھائیو اور بہنو! بتائیے کیا جواب ہے۔ ہمارے پاس؟ اس لئے یہاں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ہند مخالف تحریک کے ساتھ ساتھ اپنے مغرب زدہ معاشرے کو اسلامی معاشرہ بنائیں تاکہ ہماری اسلامی تحریک کے دعوے کو ہمارا مغربی معاشرہ مذاق بنا کر نہ رکھ دے۔ آخر کس چیز نے ہم کو غفلت میں مبتلا کیا ہے کیا ہماری مختصر زندگی کا اختتام موت کی حقیقی آغوش میں نہیں ہوگا؟ کیا مالک حقیقی کے سامنے یوم حسرت پر ہمیں اپنے اعمال کے لئے جواب دہ نہیں ہونا ہے؟ کیا برے اعمال پر ہمیں جنت سے محروم کر کے (اللہ نہ کرے) دہکتی دوزخ میں نہ ڈالا جائے گا۔ اگر ان سب باتوں پر ہمیں یقین ہے تو پھر خدا اور اُسکے رسولؐ کی یہ نافرمانی کیوں؟

اور یہاں یہ بات بھی ذہن نشین کریں کہ جب تک اسلامی معاشرہ کا قیام نہیں ہوتا تب تک اسلامی تحریک کی کامرانی دلوانے کا خواب ہے اور ظاہر ہے جو قوم اپنے آپ کو تبدیل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہو یا شعوری طور تبدیل نہ ہونا چاہتی ہو وہ کیا خاک ظالم کو زیر کر سکتی ہے جو اپنے نفس کو زیر نہ کر پائی ہو " وہ ظاہر باطل کو مٹا نہیں سکتی جس کا باطن ہو باطل "

اب مضمون کے ایک اور اہم پہلو کی طرف آتی ہوں۔:

اللہ تعالےٰ کو جو صالح اور برائیوں سے پاک و صاف معاشرہ مطلوب ہے اُس کے قیام کے متعلق اللہ تعالےٰ نے جو احکامات قرآنِ حکیم میں فرمائیں ہیں وہ اس طرح سے ہیں،

(یہاں موضوع پردے کے احکامات ہونگے)

اے نبی! مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت وعفت کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزگی کا طریقہ ہے۔ یقیناً اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں اور مومن عورتوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔ سوائے اُس زینت کے جو خود ظاہر ہو جائے اور وہ اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے لگل مار لیا کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔ مگر ان لوگوں کے سامنے جن میں (باپ۔ خسر، بیٹے۔ سوتیلے بیٹے۔ بھائی۔ بھتیجے۔ بھانجے، اپنی عورتیں، اپنے غلام، وہ مرد خدمتگار جو عورتوں سے کچھ مطلب نہیں رکھتے یا وہ لڑکے جو ابھی عورتوں کی پردہ کی باتوں سے آگاہ نہیں ہوتے ہیں (اور حکم وہ چلتے وقت اپنے پاؤں زمین پر اس طرح نہ مارتی چلیں کہ جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے، اس کا اظہار ہو (سورۃ النور آیت ۳۱

"اے نبی کی بیویوں تم کچھ عام عورتوں کی طرح تو ہو نہیں. اگر تمہیں پرہیز گاری منظور رہے تو دبی زبان سے بات نہ کرو کہ جس شخص کے دل میں کوئی خرابی ہے وہ تم سے کچھ توقعات وابستہ کر بیٹھے۔ بات سیدھی سادھی طرح کرو اور اپنے گھروں میں جمی بیٹھی رہو اور اگلے زمانہ جاہلیت کے سے بناؤ سنگھار نہ دکھائی پھرو۔ (سورۃ الاحزاب ۳۲، ۳۳)

"اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے گھونگھٹ ڈال لیا کریں۔ اس سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ پہچانی جائیں گی اور ان کو ستایا نہ جائیگا۔

(سورۃ الاحزاب آیت ۵۹

چند احادیث :-

"حضرت جریرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسُول اللہؐ سے پوچھا کہ اچانک نظر پڑ جائے

تو کیا کروں، آپ ﷺ نے فرمایا نظر پھیر لو"۔ (ابو داؤد)

• حضرت بریدہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضؓ سے فرمایا:

اے علی رضؓ ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالو۔ پہلی نظر تمہیں معاف ہے۔ مگر دوسری نظر کی اجازت نہیں"۔ (ابو داؤد)

" فرمان نبویؐ ہے جو شخص کسی اجنبی عورت کے محاسن پر شہوت کی نظر ڈالے گا۔ قیامت کے روز اس کی آنکھوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا"۔ (تکملہ فتح القدیر)

" طبرانی میں ہے کہ یا تو تم اپنی نگاہیں نیچی رکھو گے اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو گے اور اپنے منہ سیدھے رکھو گے یا اللہ تعالیٰ تمہاری صورتیں بدل دیگا۔

" نظر ابلیسی تیروں میں ایک تیر ہے "

فرمان نبویؐ ہے آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے۔ زبان کا زنا بولنا ہے، کانوں کا زنا سننا ہے، ہاتھوں کا زنا تھامنا ہے۔ پیروں کا زنا چلنا ہے۔ دل کا زنا خواہش اور تمنا ہے پھر شرمگاہ یا تو سب کو سچا کر دیتی ہے یا سب کو جھوٹا بنا دیتی ہے۔ (بخاری شریف)

" حضرت عیسیٰ ؑ کی تلقین "

جس آنکھ سے لغزش ہو جائے تو اس آنکھ کو نکال باہر کر یہ بہتر ہے۔ اس سے کہ اس آنکھ کی وجہ سے تمہارا سارا جسم نارِ دوزخ میں ڈالا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ام سلمہ رضؓ اور حضرت میمونہ رضؓ بیٹھی تھیں جو ابن ام مکتوم رضؓ تشریف لے آئے۔ یہ واقعہ پردے کی آیتیں اترنے کے بعد کا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پردہ کر لو، انھوں نے کہا۔ رسول اللہ ﷺ وہ تو نابینا ہیں نہ ہمیں دیکھیں گے نہ پہچانیں گے، حضور ﷺ نے فرمایا۔ تم تو نابینا نہیں کہ اسے نہ دیکھو۔ (بخاری شریف)

"فرمان نبوی ؐ ہے۔ دو گروہ دوزخی ہیں جو میرے بعد ہونگے ایک گروہ وہ جن کے ہاتھوں میں کوڑے ہونگے اور اکثر ان سے لوگوں کو مارتے ہونگے یعنی ظالم اور متکبر امیر و حاکم اور دوسرا گروہ ان عورتوں کا کہ کپڑے پہنے ہوئے ہونگی اور پھر ننگی ہیں یعنی ایسے باریک یا کسے ہوتے کپڑے پہنیں گی جس میں بدن (ساخت) اور زیور سب نظر آئے"

(ترمذی شریف)

اِن آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام بے پردگی کو حرام قرار دیتا ہے اللہ تعالےٰ اپنے نبی ؐ سے فرماتا ہے کہ آپ مومن عورتوں سے فرمادیں بالخصوص اپنی بیویوں اور صاحبزادیوں سے کیوں کہ وہ تمام دنیا کی عورتوں سے بہتر و افضل ہیں کہ وہ اپنی چادریں قدرے لٹکالیا کریں تاکہ جاہلیت کی عورتوں سے ممتاز ہو جاتیں "جلباب" اُس چادر کو کہتے ہیں جو عورتیں اپنے ڈوپٹا کے اوپر ڈال لیتی ہیں جس کا ہم آج کل برقعہ کی صُورت میں استعمال کرتے ہیں۔ اس طرح مُسلمان عورتوں کو حکم دیتا ہے کہ جب وہ اپنے کسی کام کے لئے باہر نکلیں تو جو جلباب (برقع) وہ اوڑھتی ہیں اس سے سر پر سے جُھکا کر منہ ڈھک لیا کریں، حضرت اُم سلمہ رضؓ فرماتی ہیں ان آیات کے اُترنے کے بعد انصار کی عورتیں جب نکلتی تھیں۔ تو اپنے اُوپر سیاہ چادریں ڈال لیا کرتی تھیں۔

حیا ایمان کی شاخ ہے:

حیاء طبیعت کے انفعال کو کہتے ہیں جو کسی ایسے کام کے نتیجہ میں پیدا ہو جو کام عرفاً یا شرعاً مذموم، برا، بے حیائی سے متعلق سمجھا جاتا ہو، حیا شرم، ایمان کا اہم ترین درجہ ہے بلکہ جملہ اعمال خیرات کا مخزن ہے اسی لئے فرمایا گیا" جب تم شرم و حیاء کو اٹھا کر طاق پر رکھ دو پھر جو چاہو کرو۔ کوئی پابندی باقی نہیں رہ سکتی۔

اسلام کی مخصوص اصطلاح میں حیاء سے مراد وہ شرم ہے جو کسی امر منکر کی طرف مائل ہونے والا انسان خود اپنی فطرت کے سامنے اور اپنے خدا کے سامنے محسوس

کرتا ہے یہی حیاء وہ قوت ہے جو انسان کو فحشاء اور منکر کا اقدام کرنے سے روکتی ہے اور اگر وہ جبلت حیوانی کے غلبہ سے کوئی برا فعل کر گذرتا ہے تو یہی چیز اس کے دل میں چٹکیاں لیتی ہے۔ اسلام کی اخلاقی تعلیم و تربیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ حیاء کے اس چھپے ہوئے مادے کو فطرتِ انسانی کی گہرائیوں سے نکال کر علم و فہم اور شعور کی غذا سے اس کی پرورش کرتی ہے اور ایک مضبوط حاشہ اخلاقی بنا کر اس کو نفس انسانی میں ایک کوتوال کی حیثیت سے متعین کر دیتی ہے یہ ٹھیک ٹھیک اسی حدیث نبویؐ کی تفسیر ہے جس میں ارشاد ہوا ہے کہ " ہر دین کا اخلاق ہوتا ہے " اور

اسلام کا اخلاق حیاء ہے۔

" یا یہی کہ جب تجھ میں حیا نہیں تو جو تیرا جی چاہے کر " کیوں کہ جب حیاء نہ ہوگی تو خواہش جس کا مبداء جبلت حیوانی ہے تجھ پر غالب آجائے گی اور کوئی منکر تیرے لئے منکر ہی نہ رہے گا۔ اسلامی اخلاقیات میں حیاء کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ زندگی کا کوئی شعبہ اس سے چھوٹا نہیں ہے نفس کی چوری خواہ کتنی چھپی ہوتی ہو، حیاء اس پر نگران کر دیا گیا ہے۔

آپ غور کریں انسان کی خلقت میں اللہ تعالےٰ نے شرم و حیاء کی اعلیٰ قدریں شامل رکھی ہیں قرآن اسی حقیقت کی طرف اس طرح اشارہ کرتا ہے :-

" اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدم تم اور تمہاری بی بی جنت میں رہو پھر جس جگہ سے چاہو دونوں کھاؤ اور اس درخت کے پاس مت جاؤ ورنہ تم دونوں ظالم قرار پاؤ گے پھر شیطان نے ان کے دلوں میں وسوسہ ڈال دیا تاکہ ان سے جو اعضاء پوشیدہ رکھے گئے تھے انہیں ان کو کھول دکھلائے اور کہا کہ تمہارے رب نے تمہیں اسی درخت سے اور کسی وجہ سے نہیں روکا مگر محض اس لئے کہ تم دونوں فرشتے نہ بن جاؤ یا کہیں اس میں ہمیشہ رہنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ اور ان سے قسمیں کھا کھا کر کہا کہ واقعی میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں پھر دونوں کو فریب دیکر پھسلایا پس ان کا درخت کو چکھنا ہی تھا کہ ان کے پوشیدہ اعضاء

انہیں دکھا دینے لگے اور لگے بہشت کے پتوں سے اپنے جسم کو ڈھانپنے "

اُبی بن کعبؓ کہتے ہیں کہ آدمؑ درخت خرما کی طرح طویل القامت تھے، سر کے بال گھنے اور لمبے تھے جب ان سے خطا سرزد ہوگئی تو اُن کا چھپا ہوا جسم کھل گیا اور اس سے پہلے اپنے مستور جسم کو دیکھتے نہ تھے اب بدحواسی میں جنت کے اندر اِدھر اُدھر بھاگنے لگے جنت کے ایک درخت سے سر کے بال اُلجھ گئے، کہنے لگے مجھے چھوڑ دے درخت بول اُٹھا کہ میں نہ چھوڑوں گا۔ رب عزوجل نے ندا دی کہ اے آدمؑ کیا مجھ سے بھاگتے ہو؟ آدمؑ کہنے لگے۔ اے رب میں تجھ سے حیاء کر رہا ہوں، مجھے شرم آرہی ہے کیونکہ میرا جسم کھل گیا ہے

ابن عباس کہتے ہیں جب آدمؑ اور حواؑ نے درخت کو چکھا تو اُن کے چھپے اعضاء اُن پر ظاہر ہوگئے۔ اب وہ درختوں کے پتوں سے اور انجیر کے پتوں سے اپنے جسم کو چھپانے لگے اور ایک سے ایک کو جوڑ کر جسم پر چپکانے لگے۔

غرض یہاں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ دراصل انسان جب تک باحیاء ہو کر اخلاقی اور روحانی قدروں کا مکمل لحاظ رکھتا ہو تب تک وہ حقیقتاً دائرۂ انسانیت میں ہے اب اگر وہ بے حیاء ہو کر خواہشات نفس کی پیروی کرنے لگا اور اس بے حیائی پر نادم ہو کر توبہ کرنے کے بجائے اُلٹا اس حیاء کو بے ہودہ، فرسودہ جاہلیت اور دورِ وحشت کی نشانی قرار دیتا ہے تو ایسے شخص کو کیوں کر جانوروں سے ہم مختلف سمجھیں، خود قرآن کریم کے سورہ اعراف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

" وہ تو دُنیا کی طرف مائل ہوگیا اور اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کرنے لگا۔ سو اُس کی مثال کتے کی سی ہے اگر اس پر حملہ کرو تو وہ زبان نکال لیتا ہے اور اگر اُسے چھوڑ دو تو بھی زبان لِکالتا ہے۔ یہی مثال اُن لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا "

وجودِ بے حیا زن ہے فتنۂ شیطان :

فتنۂ نظر:- نفس کا سب سے بڑا چور نگاہ ہے۔ اس لئے قرآن اور حدیث دونوں سب سے پہلے اِس کی گرفت میں کرتے ہیں۔

"اے نبیؐ مومن مردوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہوں کو باز رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے۔ جو کچھ وہ کرتے ہیں اس سے اللہ باخبر ہے اور اے نبیؐ مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہوں کو باز رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔
(سورۃ النور۔ آیت ۳۱)

"اے علیؓ! ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالو، پہلی نظر تو معاف ہے مگر دوسری نہیں"۔ (ابوداؤدؒ)

دل کا چور: اخلاق کی نظر میں دائرہ ازدواج کے باہر صنفِ مقابل کی جانب ہر میلان ارادے اور نیت کے اعتبار سے زنا ہے۔ اجنبی کے حُسن سے آنکھ کا لطف لینا، اس کی آواز سے کانوں کا لذت یاب ہونا، اس سے گفتگو کرنے میں زبان کا لوچ کھانا، ان چیزوں کے لئے قدموں کا بار بار اُٹھنا یہ سب زنا کے مقدمات اور خود معنوی حیثیت سے زنا ہیں قانون اس کو زنا نہیں مان سکتا کیوں کہ اُس کی نظر میں زنا کا اطلاق صرف جسمانی اتصال پر ہوتا ہے۔

نمائشِ حُسن: فتنۂ نظر کا ایک شاخسانہ وہ بھی ہے جو عورت کے دل میں یہ خواہش پیدا کرتا ہے کہ اُس کا حُسن دیکھا جائے۔ یہ خواہش ہمیشہ جلی اور نمایاں ہی نہیں ہوتی۔ دل کے پردوں میں کہیں نہ کہیں نمائشِ حُسن کا جذبہ چھپا ہوا ہوتا ہے کوئی بھی بے پردہ عورت یہ دعویٰ نہیں کر سکتی کہ وہ مخالف جنس کو اپنی طرف متوجہ نہیں کرنا چاہتی ہے۔ اگر ایسا نہیں تو یہ بناؤ سنگھار اور بے پردگی کس کے لئے یہ باریک اور شوخ چمکیلے اور چست کپڑے کیوں ہر قدم پر فضا کو اپنی خوشبو سے

پُرعطر کرنے کی آخری وجہ کیا ہے۔ غرض قرآن نے اِن سب کے لئے ایک جامع اصطلاح "تبرّج جاہلیۃ" استعمال کی ہے۔ ہر وہ زینت اور ہر وہ آرائش جس کا مقصد شوہر کے سوا دوسروں کے لئے لذّتِ نظر بنتا ہو "تبرّج جاہلیت" کی تعریف میں آجاتی ہے اگر برقع یا میکنہ بھی اس غرض کے لئے خوبصورت خوش رنگ انتخاب کیا جائے کہ لگاہیں اس سے لذت یاب ہوں جیسا کہ آجکل ہمارے ہاں اکثر برقع اور میکنہ پلئے جاتے ہیں تو یہ بھی "تبرّج جاہلیت" ہے اس کے لئے بظاہر کوئی قانون نہیں بنایا جاسکتا۔ اس کا تعلق عورت کے اپنے ضمیر سے ہے اس کو خود ہی اپنے دل کا حساب لینا چاہیئے کہ کہیں یہ ناپاک جذبہ تو چھپا ہوا نہیں ہے اگر ہے تو وہ اس حکم خداوندی کی مخاطب ہے کہ اسلام سے پہلے جاہلیت کے زمانے میں جس بناؤ سنگھار کی نمائش تم کرتی پھرتی تھیں وہ اب نہ کرو۔

فتنۂ زبان: شیطان نفس کا ایک دوسرا ایجنٹ زبان ہے۔ کتنے ہی فتنے جو زبان کے ذریعے سے پیدا ہوتے اور مرد اور عورت بات کر رہے ہیں، کوئی بُرا جذبہ نمایاں نہیں ہے۔ مگر دل کا چھپا ہوا چور آواز میں حلاوت، لہجے میں لگاوٹ، باتوں میں گھلاوٹ پیدا کئے جارہا ہے۔

"اگر تمہارے دل میں خدا کا خوف ہے تو دبی زبان سے بات نہ کرو۔
جس شخص کے دل میں (بدنیتی) کی بیماری ہو وہ تم سے کچھ امیدیں وابستہ
کرے گا۔ بات کرو تو سیدھے سادھے طریقے سے کرو" - (سورۃ الاحزاب آیت ۳۲)

اِن میں صنفی تعلقات کا حال بیان کرنا عاشقانہ غزلیں کہنا، عشق ومحبت کے افسانے بیان کرنا ان چیزوں کی اشاعت آجکل بے حد عام ہوگئی ہے۔

"جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے گروہ میں بے حیائی کی
اشاعت ہو، اُن کے لئے دنیا میں بھی دردناک عذاب ہے اور
آخرت میں بھی"
(سورۃ النور آیت ۱۹)

اس آیات کا اطلاق ان تمام نام نہاد مسلمانوں پر بھی ہوتا ہے جو ہمیشہ سے دختران ملت کی ان کوششوں میں رکاوٹ بن جاتے ہیں جن کے ذریعے ہم اس بے حیا اور بے شرم معاشرے کو صالح معاشرے میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں جب جب ہم نے پردہ مہم کے تحت عورتوں کو سمجھانے کے بعد تھوڑی بہت ان پر معمولی طرح کا دباؤ ڈالنا چاہا تو لا مذہب قوم پرست بندوق برداروں نے ہماری معصوم بچیوں کے برقعے پھاڑ ڈالے۔ ان کا زدوکوب کیا اور ان کے ساتھ انتہائی بداخلاقی کے ساتھ پیش آئے اللہ تعالیٰ اس آوارہ ذہن ٹولے کو ہدایت بخشے۔

فتنہ آواز:

بسا اوقات زبان خاموش رہتی ہے مگر دوسری حرکات سے سامع کو متاثر کیا جاتا ہے اس کا تعلق بھی نیت کی خرابی سے ہے اور اسلام اس کی ممانعت کرتا ہے۔

"اور وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلیں کہ جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے (یعنی جو زیور وہ اندر پہنے ہوتے ہیں) اس کا حال معلوم ہو (یعنی جھنکار سنائی دے) (سورۃ النور۔ آیت ۳۱)

فتنہ خوشبو:

خوشبو بھی ان قاصدوں میں سے ایک ہے جو ایک نفس شریر کا پیغام دوسرے نفس شریر تک پہنچاتے ہیں۔ یہ خبر رسانی کا سب سے زیادہ لطیف ذریعہ ہے۔ جس کو دوسرے تو خفیف ہی سمجھتے ہیں مگر اسلامی حیا اتنی حساس ہے کہ اس کی طبع نازک پر یہ لطیف تحریک بھی گراں ہے وہ ایک مسلمان عورت کو اس کی اجازت نہیں دیتی کہ خوشبو میں بسے ہوئے کپڑے پہن کر راستوں سے گذرے یا محفلوں میں شرکت کرتے، کیونکہ اس کا حسن اور اس کی زینت پوشیدہ بھی رہی تو کیا فائدہ ہوا۔ اس کی عطریات تو فضا میں پھیل کر جذبات کو متحرک کر رہی ہیں "فرمان نبوی ﷺ ہے جو عورت عطر لگا کر لوگوں کے درمیان سے گذرتی

ہے وہ آوارہ قسم کی عورت ہے۔ (ترمذی)

فتنۂ عریانی:

ستر کے باب میں اسلام نے انسانی شرم و حیاء کی جس قدر تعبیر کی ہے اس کا جواب دنیا کی کسی تہذیب میں نہیں پایا جاتا۔ آج دنیا کی مہذب ترین قوموں کا بھی یہ حال ہے کہ ان کے ہاں لباس محض زینت کے لئے ہے۔ ستر کے لئے نہیں مگر اسلام کی نگاہ میں زینت سے زیادہ ستر کی اہمیت ہے۔ وہ مرد اور عورت دونوں کو جسم کے وہ تمام حصے چھپانے کا حکم دیتا ہے جن میں ایک دوسرے کے لئے صنفی کشش پائی جاتی ہے۔ عریانی ایک ایسی ناشائستگی ہے جس کو اسلامی حیاء کسی حال میں برداشت نہیں کر سکتی۔ اسلام میں تو حیاء کا یہ مقام ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو کبھی برہنہ نہیں دیکھا (ترمذی شریف) اس سے بڑھ کر شرم و حیاء یہ کہ تنہائی میں بھی عریاں رہنا اسلام کو گوارا نہیں۔ اس لئے کہ اللہ اس کا زیادہ حق والا ہے کہ اس سے حیاء کی جائے۔ اسلام کی نگاہ میں وہ لباس ہی نہیں جس میں بدن جھلکے اور ستر نمایاں ہو۔" فرمان نبویؐ ہے۔ جو عورتیں کپڑے پہن کر بھی ننگی ہی رہیں اور دوسروں کو رجھائیں اور خود دوسروں پر رجھیں اور بختی اونٹ کی طرح ناز سے گردن ٹیڑھی کر کے چلیں۔ وہ جنت میں ہرگز داخل نہ ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی (مسلم شریف)

لباس اور ستر کے احکام

احکام معاشرت کے سلسلہ میں اسلام کا پہلا کام یہ ہے کہ اس نے برہنگی کا استحصال کیا اور مردوں اور عورتوں کے لئے ستر کے حدود مقرر کر دیئے۔ اس مقابلہ میں عرب جاہلیت کا جو حال تھا آج کل کی اپنے آپ کو مہذب ترین قوم کہنے والوں کا حال اسے بدتر ہے۔ عورتوں کا لباس ایسا تھا کہ جس میں سینے کا درمیانی حصہ کھلا رہتا تھا سر، گردن، بازو اور پنڈلیوں کا کچھ حصہ بھی عریاں ہوتا تھا بالکل آج یہی کیفیت پوری دنیا کی ہے۔ خصوصاً امریکہ۔ جاپان اور یورپ تو اس جاہلیت کو بھی مات دے چکے ہیں مگر

افسوس کشمیر کی عورتیں بھی دور جاہلیت کی یاد تازہ کر رہی ہیں۔ سینے کا درمیانی حصہ سر، گردن، بازو و پنڈلی کو عریاں رکھنے کے علاوہ ہونٹوں پر طرح طرح کی سُرخی رخساروں پر کتنی قسم کی خوشبو دار پاوڈر کا استعمال، بھنویں تراشنا، پلکوں کو ہر روز رنگ بدلنا، دانتوں کو باریک کرنا، بالوں کے ساتھ نقلی بال ملانا۔ ہاتھوں اور پاؤں پر نیل پالش، غرض چہرے اور ہاتھ پاؤں زینت کے محل بنا کر اس پر چمکیلے شوخ رنگ کے باریک اور چُست لباس، حالت ایسی کہ مرد کا برائی سے بچ جانا کار یوسفؑ ہو گیا ہے اسلام نے لباس کے متعلق پہلا سبق یہ سکھایا ہے :۔

"اے اولاد آدمؑ! اللہ نے تم پر لباس اس لئے اُتارا ہے کہ تمہارے جسموں کو ڈھانپنے اور تمہارے لئے موجب زینت ہو (سورۃ اعراف آیت ۲۶)

اِس آیت کی رُو سے جسم ڈھانکنے کو ہر مرد و عورت کے لئے فرض کر دیا گیا ہے۔ فرمان نبویؐ ہے :۔ کہ کوئی شخص کسی کے سامنے برہنہ نہ ہو، کوئی مرد کسی مرد کو اور کوئی عورت کسی عورت کو برہنہ نہ دیکھے۔ (مسلم شریف)

عورتوں کے لئے ستر کے حدود :

عورتوں کے لئے سَتر کے حدود مرد سے زیادہ وسیع رکھے گئے ہیں۔ مرد کے لئے ناف سے گھٹنے کا حصہ چھپانے کے لائق ہے مگر عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے چہرے اور ہاتھوں کے سوا تمام جسم کو تمام لوگوں سے چُھپائیں، اس حکم میں باپ، بھائی اور تمام رشتہ دار مرد شامل ہیں اور شوہر کے سوا کوئی مرد اس سے مستثنیٰ نہیں ہے

فرمان نبویؐ ہے کہ کسی عورت کے لئے جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتی ہو، جائز نہیں کہ وہ اپنا ہاتھ اس سے زیادہ کھولے یہ کہہ کر آپ نے اپنی کلائی کے نصف حصہ پر ہاتھ رکھا (ابن جریر حدیث مرسل)

جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہ آنا چاہیے سوائے چہرے اور کلائی کے جوڑ تک ہاتھ کے۔ (ابو داؤد حدیث مرسل)

حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ جو آپؐ کی سالی تھیں ایک مرتبہ آپ کے سامنے باریک لباس پہن کر حاضر ہوئیں۔ اس حال میں کہ جسم اندر سے جھلک رہا تھا حضور نے فوراً نظر پھیر لی اور فرمایا :-

اے اسماءؓ جب عورت سنِ بلوغ کو پہنچ جائے تو درست نہیں کہ اس کے جسم میں سے کچھ دیکھا جائے بجز اس کے اور اس کے یہ کہہ کر آپ نے اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ فرمایا (ابو داؤد حدیث مرسل)

نوٹ :- "جو حضرات "الا ما ظھر منھا" کی تفسیر میں عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو عورت کی پردگی میں شامل نہیں سمجھتے وہ حضرات اسی حدیث سے دلیل حاصل کرتے ہیں۔ اس معاملے پر میں نے علیحدہ طور تفصیلی روشنی مضمون کے آخر میں ڈالی ہے۔"

حفصہؓ بنت عبدالرحمٰن حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور وہ ایک باریک دوپٹہ اوڑھے ہوئے تھیں۔ حضرت عائشہؓ نے اس کو پھاڑ دیا اور ایک موٹی اوڑھنی ان پر ڈال دی۔ (موطا امام مالک)

حضرت عمر فاروقؓ کا ارشاد ہے کہ اپنی عورتوں کو ایسے کپڑے نہ پہناؤ جو جسم پر اس طرح چست ہوں کہ سارے جسم کی ہیئت نمایاں ہو جائے۔ (المبسوط)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کے سوا عورت کا پورا جسم ستر میں داخل ہے۔ جس کو اپنے گھر میں اپنے قریب ترین عزیزوں سے بھی چھپانا اس پر واجب ہے وہ شوہر کے سوا کسی کے سامنے اپنے ستر کو نہیں کھول سکتی نہ ایسا باریک لباس ہی پہن سکتی ہے جس میں ستر نمایاں ہوتا ہو۔

شیطان اور بے پردہ عورت :

"جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے ایک انسان بنانا چاہتا ہوں۔ پس جب میں اسے مکمل طور پر بنا چکوں اور اس میں اپنی روح پھونک

دوں تو تم اُس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا سو تمام کے تمام فرشتوں نے (اس کو) سجدہ کیا بجز ابلیس کے، اس نے غرور کا اظہار کیا اور نافرمان بن بیٹھا۔ (خدا نے) پوچھا (کہ) اے ابلیس تجھے کس چیز نے اس کو سجدہ کرنے سے روکا۔ جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ کیا تو غرور میں آگیا یا تو بلند مرتبہ تھا۔ ابلیس نے کہا کہ میں اسے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے بنایا ہے۔ فرمایا: یہاں سے نکل جاؤ تو مردود ہے اور قیامت تک تجھ پر میری لعنت ہے۔ (سورۃ ص آیت ۷۶)

اِن آیات قرآنی پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ ان آیات میں جو اصل چیز اخذ ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حکم کیا تھا فرشتوں سے کہ آدم کو سجدہ کریں مگر ابلیس نے نافرمانی کی۔ نافرمانی! ہاں اللہ تعالےٰ کی نافرمانی۔ اس نافرمانی کا نتیجہ لعنت اور جہنم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو رب کی الوہیت اور الوبیت پر یقین رکھنے کے باوجود لعنتی اور جہنمی فرمایا۔ یہاں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ بلا چوں وچرا اللہ اللہ اور رسول ص کے حکم کے سامنے خوشی کے ساتھ سر تسلیم خم کر دے۔ سب سے پہلے نافرمانی شیطان نے کی اور جو اس کے بعد اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کرے تو وہ ابلیس کا مقلد ہے۔ قیامت کے دن ابلیس کے ساتھ جہنم میں جائے گا۔

اب ایک اور حکم کی طرف آتے ہیں۔

"اے نبی ص بیویوں، بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اُوپر اپنی چادروں کے گھونگھٹ ڈال لیا کریں۔ (سورۃ الاحزاب آیت ۵۹)

ابلیس کو حکم ہوا تھا سجدے کا۔ اُس کا کام تھا جس طرح فرشتوں نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے بغیر سوال کئے بغیر اس کی ضرورت سمجھے بغیر تاخیر کے سجدہ کیا وہ بھی سجدہ کرتا کیوں کہ خُدا کے سامنے اُس حقیر فقیر محتاج کی کیا حیثیت تھی بالکل اسی طرح اگر کوئی عورت اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کرے اور حکم پردے یا پردے کو ایک جیسی بات ہے بے ہودہ جاہلیت اور دورِ وحشت کا نام دے کر خود بے پردہ ہو کر باپردہ عورتوں پر مذاق

اُڑاتے ہو تو ذرا بتائیں اس نافرمانی اور شیطان کی نافرمانی میں آخر کیا فرق ہے؟ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کے جتنے بھی احکامات ہیں نہ کوئی فرد، نہ کوئی جماعت، نہ روئے زمین پر آباد کُل مخلوق اُن پر ضروری اور غیر ضروری ہونے کی لیبل چسپاں کر سکتی ہے۔ کسی کی کیا مجال کہ وہ یہ کہہ بیٹھے فلاں حکم پر عمل ضروری ہے اور فلاں حکم پر اگر نہ کی جائے تو کوئی مسئلہ نہیں یا پھر کسی حکم کو نعوذ باللہ غیر مناسب قرار دے۔ جس طرح شیطان ملعون نے سجدے کے بارے میں اپنے قیاس پر حکم باری تعالیٰ کو غیر مناسب سمجھا تھا جس پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وہ لعنتی اور جہنمی ہوا اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ اس گناہ کبیرہ کے مرتکب صرف شیطان ہی ہوتے ہیں۔ ورنہ انسان کا کام تو یہ ہے کہ وہ ہر حکم پر سمعنا واطعنا کہے نہ اسلام نے کسی کے لئے یہ صورت رکھی ہے کہ وہ بعض احکامات پر عمل کرتے اور بعض احکامات پر جو اُس کے خواہشاتِ نفس سے متصادم ہوں، پر عمل کرنے سے انکار کرتے۔ قرآن میں ایسے افراد کے متعلق فرمان باری تعالیٰ ہے۔:

> "کیا تم کتاب الٰہی کے بعض حصّوں کو مانتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو۔ پس تم میں سے جو شخص ایسا کرے اُس کی سزا دنیا کی زندگی میں سوائے ذلّت اور رُسوائی کے اور کیا ہو سکتی ہے اور قیامت کے دِن ایسے لوگوں کو شدید ترین عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا۔"
>
> (سورۃ بقرہ۔ آیت ۸۵)

اب شیطان کے دوسرے کام پر غور کریں:۔

اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرنے کے بجائے شیطان مہلت مانگ لیتا ہے اور مہلت مل جانے پر کہتا ہے۔ "تیری عزت کی قسم میں ان سب کو گمراہ کروں گا۔"

(سورۃ ص۔ آیت ۷۹)

یہاں دیکھیئے خود نافرمان ہو کر اب اس نے دوسروں کو نافرمان بنانے کا عزم کیا ہے اور یہ ایک لازمی بات ہے جب انسان بھی گمراہ ہو جاتا ہے تو وہ ہر سو گمراہی کو فروغ دینے کی

کوشش کرتا ہے تاکہ جس طرح وہ خود نامراد اور ناکام ہو چکا ہے اسی طرح دوسرے لوگ بھی نامراد اور ناکام ہوں۔ فرمانِ نبوی ؐ ہے :-

"انسان کے خون کے جاری ہونیکی جگہ میں شیطان گھومتا پھرتا رہتا ہے" (بخاری و مسلم شریف)

آپ اب کشمیر کی سڑکوں، گلی کوچوں پر نظر ڈالیں، آپ کو بے پردہ، بے حیا لڑکیاں اور عورتیں ہر وقت گردش کرتی ہوئی نظر آئیں گی اور اس طرح وہ بے حیائی، بے شرمی، فحش کاری کو فروغ دیکر مردوں کو اپنی طرف متوجہ کر کے معاشرے میں فتنۂ عظیم برپا کرنا چاہتی ہیں۔ ان عورتوں کے ساتھ فتنے اور اشتعال کے شیاطین آزادانہ چلتے پھرتے ہیں۔ فرمان نبوی ؐ ہے۔ اے ابوذر رض! اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو، انسان شیطان اور جن شیطانوں سے میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ؐ کیا انسانی شیطان بھی ہوتے ہیں، آپ نے فرمایا: ہاں (مسند احمد)

غرض ان بے حیا لڑکیوں اور عورتوں کے لئے آخرت میں زبردست عذاب ہے اور دُنیا میں بھی آپ دیکھیں اِن بے پردہ عورتوں کی حیثیت یہ ہے کہ ہر نظر کے لئے سامانِ تسکین بنی ہوئی ہیں۔ غرض یہ بے پردہ لڑکیاں بازاری گڈیا بن کر رہ گئی ہیں۔ واقعی یہ اس دنیا میں رُسوا اور ذلیل ہو کر رہ گئی ہیں۔ اب اگر کوئی بے پردہ عورت زبان سے یہ دعویٰ کرے کہ وہ باایمان ہے اور اللہ تعالےٰ کے جو احکامات ہیں ان کو تسلیم بھی کرتی ہے تو اس دلیل کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ یہ تو وہی مثال ہو گئی کہ کوئی شخص ہاتھ میں شراب کی بوتل لئے اس میں سے ایک گھونٹ لے رہا ہو اور ہر گھونٹ کے بعد یہ کہے جا رہا ہو کہ قرآن میں جو شراب کی حرمت کا بیان ہے میں اس پر ایمان رکھتا ہوں۔ اس شخص کے بارے میں صرف ایک ہی رائے قائم ہو سکتی ہے وہ یہ کہ یہ شخص منکر اسلام ہے۔ بعض لوگوں نے اسلام کو فقط روزہ، نماز، زکوٰۃ و حج تک محدود سمجھا ہے۔ وہ مسلمان ہونے کے لئے یہ کافی سمجھتے ہیں کہ انہوں نے مسلمان گھر میں جنم لیا ہے اور وہ مسلمان ناموں سے پکارے جاتے ہیں۔ ان حضرات نے اسلام کو اسم ذات سمجھ رکھا ہے۔ حق یہ ہے کہ اسلام اسم صفت ہے۔ اسلام کا مطلب باری تعالےٰ اور اُسکے رسول ؐ کی کُل فرماں برداری ہے۔ اب اگر کسی نے اسلام اور کفر کے درمیانی راہ کا انتخاب کیا ہے تو اس راہ کو اسلام نے

بدترین نفاق کی راہ قرار دیا ہے۔ جس کے لئے ٹھکانہ جہنم کی سب سے نچلی سطح قرار پاتی ہے اور اس کے مرتکب کو عملی منافق کہا گیا ہے اور یہ شخص بدترین مجرم ہے اور پروردگار عالم نے منافقوں کی بہت خصلتوں کا ذکر فرمایا ہے تاکہ ان کے ظاہری حال سے مسلمان دھوکہ میں نہ آجائیں۔ اور انھیں مسلمان خیال کرکے اپنا نہ سمجھیں جس کی وجہ سے کوئی بڑا فساد پھیل جاتے۔ یہ بات یاد رہے کہ بدکاروں کو نیک سمجھنا بھی بجائے خود بد اور خوفناک امر ہے۔ کیونکہ یہ بے حیاء عورتیں زبانی تو احکامات الٰہی کو تسلیم کرتی ہیں مگر نہ دل میں ان کے ایمان ہے اور نہ عملی طور وہ احکامات کی پیروی کرنے کو تیار ہیں اور یہاں یہ لفظ بھی واضح ہو کہ ایمان دراصل قول و فعل اور قلب کی مکمل فرمان برداری کا نام ہے۔

بظاہر اختلافی مسئلہ اور وقت کی ضرورت:

"اور مومن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نظروں کو نیچا رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت و آرائش ظاہر نہ ہونے دیں مگر جو کسی طرح چھپ نہ سکے"۔ (سورۃ الاحزاب آیت ۵۹)

چونکہ "الا ما ظھر منھا" اور ابوداؤد کی مرسل حدیث سے بعض علماء حضرات نے عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو عورت کی پردگی میں شامل نہیں رکھا ہے۔ اب پہلے ان آیت اور احادیث کے متعلق بعض علماء کرام کی تفسیر درج کرتی ہوں۔ پھر موجودہ حالات کے تناظر میں وقت کی طرف توجہ دینا چاہوں گی۔

مولانا مودودی رح: "اے نبی ﷺ اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے گھونگھٹ ڈال لیا کریں۔ اس تدبیر سے یہ بات زیادہ متوقع ہے کہ وہ پہچان لی جائیں گی اور انہیں ستایا نہ جائے گا"۔ (سورۃ الاحزاب۔ آیت ۵۹)

یہ آیت خاص چہروں کو چھپانے کے لئے ہے "جلابیب" جمع ہے جلباب کی، جس کے معنی

چادر کے ہیں۔ "اِدناء" کے معنی ارخاء یعنی لٹکانے کے ہیں۔ اپنے اوپر اپنی چادروں میں سے ایک حصہ لٹکالیا کریں۔" یہی مفہوم گھونگھٹ سے تعبیر کیا جاتا ہے بلکہ چہرے کو چھپانا مقصود ہے۔ خواہ گھونگھٹ سے چھپایا جائے یا نقاب، برقع سے یا کسی اور طریقے سے۔ اس کا فائدہ یہ بتایا گیا ہے کہ جب مسلمان عورتیں اس طرح مستور ہوکر باہر نکلیں گی تو لوگوں کو معلوم ہوجائے گا کہ شریف عورتیں ہیں بے حیا نہیں۔ اس لئے کوئی ان سے تعرض نہ کرے گا۔ قرآن مجید کے تمام مفسرین نے اس آیت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے بناؤ سنگھار کا ہم نے زینت کا ترجمہ کیا ہے جس کے لئے دوسرا لفظ آرائش بھی ہے اس کا اطلاق تین چیزوں پر ہوتا ہے۔ خوشنما کپڑے زیور اور سر، منہ، ہاتھ پاؤں وغیرہ کی مختلف آرائش جو بالعموم عورتیں دنیا میں کرتی ہیں جن کے لئے موجودہ زمانہ میں میک آپ (MAKE UP) کا لفظ بولا جاتا ہے۔ یہ بناؤ سنگھار کسی کو نہ دکھایا جائے پہلے فقرے میں ارشاد ہوا ہے۔ "وہ اپنی آرائش و زیبائش کو ظاہر نہ کریں اور دوسرے فقرے میں "اِلَّا" بول کر اس حکم نہی سے جس چیز کو مستثنیٰ کیا گیا ہے وہ ہے "مَا ظَهَرَ مِنْهَا" جو کچھ اس آرائش و زیبائش سے ظاہر ہو یا ظاہر ہوجائے یا جس کو ڈھانپنے کی قدرت عورت کو حاصل نہ ہو، اس سے صاف مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو خود اس کا اظہار اور اس کی نمائش نہ کرنی چاہیئے البتہ جو آپ سے آپ ظاہر ہوجائے جیسے چادر کا ہوا سے اُڑنا اور کسی زینت کا کھل جانا یا جو آپ سے آپ ظاہر ہو، جیسے وہ چادر جو اوپر سے اوڑھی جاتی ہے برقع وغیرہ۔ کیونکہ بہر حال اس کا چھپانا تو ممکن نہیں ہے اور عورت کے جسم پر ہونے کی وجہ سے بہر حال وہ بھی اپنے اندر ایک کشش رکھتی ہے اور اس پر خدا کی طرف سے کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ یہی مطلب اس آیت کا حضرت عبداللہؓ بن مسعودؓ جن کا قول ہے کہ قرآن کی وہ آیت نہیں جس کے متعلق مجھے پتہ نہ ہو کہ وہ کس چیز کے متعلق نازل ہوتی ہے اور کہاں نازل ہوتی ہے اور اگر میں دیکھتا کوئی فرد قرآن کا علم مجھ سے زیادہ رکھتا ہے تو میں اس کی شاگردی میں گیا ہوتا۔" حسن بصریؒ ابن سیرینؒ اور ابراہیم نخعی نے بیان

کیا ہے، اس کے برعکس بعض مفسرین نے " الا ما ظہر منہا" کا مطلب لیا ہے (جسے عادتاً انسان ظاہر کرتا ہے) اور پھر وہ اس میں منہ اور ہاتھوں کو ان تمام آرائشوں سمیت شامل کر دیتے ہیں۔ یہ مطلب ابن عباسؓ اور ان کے شاگردوں سے مروی ہے اور فقہاء حنفیہ کے ایک گروہ نے اسے قبول کیا ہے (احکام القرآن) لیکن ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ "ما ظہر" کے معنی " ما یظہر" عربی زبان کے کس قاعدے سے ہو سکتے ہیں۔ "ظاہر ہونے" اور "ظاہر کرنے" میں کھلا فرق ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن صریح طور پر "ظاہر کرنے" سے روک کر "ظاہر ہونے" کے معاملے میں رخصت دے رہا ہے۔ اس رخصت کو "ظاہر کرنے" کی حد تک وسیع کرنا قرآن کے بھی خلاف ہے اور ان روایات کے بھی خلاف، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عہد نبویؐ میں حکم حجاب آجانے کے بعد عورتیں کھلے منہ نہیں پھرتی تھیں اور حکم حجاب میں منہ کا پردہ شامل تھا اور احرام کے سوا دوسری تمام حالتوں میں نقاب کو عورتوں کے لباس کا ایک جز بنا دیا گیا تھا۔ پھر اس سے بھی زیادہ قابل تعجب بات یہ ہے کہ اس رخصت کے حق میں دلیل کے طور پر یہ بات پیش کی جاتی ہے۔ کہ منہ اور ہاتھ عورت کے ستر میں شامل نہیں ہیں۔ حالانکہ ستر اور حجاب میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ستر تو وہ چیز ہے جسے محرم مردوں کے سامنے کھولنا بھی ناجائز ہے رہا حجاب تو وہ ستر سے زائد چیز ہے جسے عورتوں اور غیر محرم مردوں کے درمیان حائل کیا گیا ہے اور یہاں بحث ستر کی نہیں بلکہ احکام حجاب کی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی ضرورت سے نکلیں تو سر کے اوپر سے اپنی چادروں کے دامن لٹکا کر اپنے چہروں کو ڈھانک لیا کریں۔ (تفسیر ابن جریر)

امام محمد بن سیرینؒ نے حضرت عبیدہ بن سفیان بن الحارث الحضرمی سے دریافت کیا کہ اس حکم پر عمل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ انھوں نے خود چادر اوڑھ کر بتایا اور اپنی پیشانی اور ناک اور ایک آنکھ کو چھپا کر صرف ایک آنکھ کھلی رکھی۔
(تفسیر ابن جریر)

علامہ ابن جریر طبری: اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں "اے نبیؐ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ جب اپنے گھروں سے کسی حاجت کے نکلیں، تو لونڈیوں کے سے لباس نہ پہنیں کہ سر اور چہرے کھلے ہوتے ہوں بلکہ وہ اپنی چادروں کے گھونگھٹ ڈال لیا کریں تاکہ کوئی فاسق اس لئے تعرض نہ کر سکے اور سب جان لیں کہ وہ شریف عورتیں ہیں۔
(تفسیر ابن جریر)

علامہ ابوبکر حصاص لکھتے ہیں:- یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جوان عورت کو اجنبیوں سے چہرہ چھپانے کا حکم ہے اور اسے گھر سے نکلتے وقت پردہ داری اور عفت مآبی کا اظہار کرنا چاہئیے تاکہ بدنیت لوگ اسکے حق طمع نہ کر سکیں۔
(احکام القرآن)

علامہ نیشاپوری اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: ابتدائے عہد اسلام میں عورتیں زمانہ جاہلیت کی طرح قمیص اور ڈوپٹے کے ساتھ نکلتی تھیں اور شریف عورتوں کا لباس ادنیٰ طبقہ کی عورتوں سے مختلف نہ تھا۔ پھر حکم دیا گیا کہ وہ چادریں اوڑھیں اور اپنے سر اور چہرے کو چھپائیں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ شریف عورتیں ہیں فاحشہ نہیں ہیں۔
(تفسیر غرائب القرآن)

امام رازی لکھتے ہیں: جاہلیت میں اشراف کی عورتیں اور لونڈیاں سب کھلی پھرتی تھیں۔ اور بدکار لوگ اُن کا پیچھا کیا کرتے تھے (عین یہی صورت آج کشمیر کی ہے۔ کشمیر یونیورسٹی اور انجینئرنگ کالج اور تمام بازار یہی روایت دہراتے ہوئے آپکو نظر آئیں گے)۔ اللہ تعالےٰ نے شریف عورتوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے اوپر چادر ڈال لیں اور یہ جو فرمایا کہ اس تدبیر سے یہ بات زیادہ متوقع ہے کہ پہچان لی جائیں گی اور انھیں ستایا نہ جائے گا۔ اس کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس لباس سے پہچان لیا جائے گا کہ وہ شریف عورتیں ہیں اور اُن کا پیچھا نہ کیا جائے گا۔ دوسرے یہ کہ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ وہ بدکار نہیں ہیں کیونکہ جو عورت چہرہ چھپائے گی دراں کہ چہرہ "عورت" نہیں ہے۔ جس کا چھپانا محرم اور غیر محرم سب کے سامنے فرض ہے تو کوئی شخص اس سے یہ توقع نہ کرے گا

کر ایسی شریف عورت کشف عورت پر آمادہ ہو جائے گی پس اس لباس سے یہ ظاہر ہو جائے گا کہ وہ ایک پردہ دار عورت ہے اور اس سے بدکاری کی توقع نہ کی جا سکے گی۔ (تفسیر کبیر)

قاضی بیضاوی لکھتے ہیں: یعنی جب وہ اپنی حاجات کے لئے باہر نکلیں تو اپنی چادروں سے اپنے چہروں اور اپنے جسموں کو چھپائیں یہاں لفظ "مِنْ" تبعیض کے لئے ہے یعنی چادروں کے ایک حصہ کو منہ پر ڈالا جائے اور ایک حصہ کو جسم پر لپیٹ لیا جائے۔ یعنی اس سے ان کے اور لونڈیوں اور مغنیات کے درمیان تمیز ہو جائے گی، اور مشتبہ چال چلن کے لوگ اس سے تعرض کی جرأت نہ کر سکیں گے (تفسیر بیضاوی)

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:۔ عورتوں کو اپنی عصمت کا بچاؤ چاہیئے بدکاری سے دور رہیں۔ اپنا آپ کسی کو نہ دکھائیں۔ اجنبی، غیر مردوں کے سامنے اپنی زینت کی کسی چیز کو ظاہر نہ کریں ہاں جس کا چھپانا ناممکن ہی نہیں اس کی اور بات ہے جیسے چادر اوپر کا کپڑا (اس چادر نے اب برقع کی شکل اختیار کی ہے) اور جن کا پوشیدہ رکھنا عورتوں کے لئے ناممکن ہے (غرض یہ کہ برقع کو چھپانا ناممکن ہے اس لیے اسکے ظاہر ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے) یہ بھی مروی ہے کہ اس سے مراد چہرہ، پہنچوں تک کے ہاتھ اور انگوٹھی ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ کہ یہی زینت کے وہ محل ہیں جن کے ظاہر کرنے سے شریعت نے ممانعت کر دی۔ جیسے حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ وہ اپنی زینت ظاہر نہ کریں یعنی زینت دو طرح کی ہے ایک تو وہ جسے خاوند ہی دیکھے، جیسے انگوٹھی، اور کنگن اور دوسری زینت جسے غیر بھی دیکھیں۔ جیسے اوپر کا کپڑا ایا ہو سکتا ہے "ما ظھر منھا" کی تفسیر ابن عباسؓ نے منہ اور ہاتھوں سے کی ہو جیسے ابوداؤد میں ہے کہ اسماء بنت ابوبکرؓ آنحضرتؐ کے پاس آئیں، کپڑے باریک پہنے ہوئے تھیں تو آپ نے منہ پھیر لیا۔ اور فرمایا جب عورت بلوغت کو پہنچ جائے تو سوائے اس کے اور اسکے یعنی چہرے کے اور ہاتھوں کے اس کا کوئی عضو دکھانا ٹھیک نہیں بلکہ یہ مرسل حدیث ہے، خالد بن دریکؒ اس حدیث کو حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں مگر خالد بن دریکؒ

کا حضرت عائشہ رضؓ سے ملاقات کرنا ثابت نہیں۔ (ابن کثیر تفسیر)

مولانا عبدالستار صاحب دہلوی لکھتے ہیں:

محافظت کریں ستر کی۔ یعنی نہ کسی کا ستر دیکھیں نہ اپنا ستر دکھا دیں اور کفر کی رسم میں اس بات کی قید نہ تھی۔ عبداللہ بن مسعود رضؓ نے فرمایا "ماظہر منہا" سے مراد وہ چیز ہے جس کا چھپانا ممکن نہیں ہے وہ جیسے چادر برقع اور وہ جو نیچے کی طرف عورتوں کے کپڑے نظر آجاتے ہیں۔ تو اس میں عورتوں پر کوئی حرج نہیں ہے کیوں کہ اس کے چھپانے پر عورتیں قادر نہیں ہوتیں۔ یہی قول حسن البصریؒ اور ابن سیرینؒ اور ابراہیم نخعیؒ وغیرہ کا ہے (تفسیر ستاری)

مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

بعض علماء جو اس لفظ ماظہر سے ہاتھ اور منہ مراد لیتے ہیں ان کے معنیٰ کی صحت ناظرین خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ زن و مرد فریفتگی کا ہے سے ہوتی ہے صرف منہ سے "بقول" "یہ سب کہنے کی باتیں ہیں ہم ان کو چھوڑ دیتے ہیں"۔ جب آنکھیں چار ہوتی ہیں محبت آ ہی جاتی ہے جب یہ کیفیت ہے تو منہ کے کھلا رکھنے کی اجازت کیوں کر موزوں ہو سکتی ہے۔ علاوہ اس کے علم نحو کے قواعد سے "ماظہر" مستثنیٰ متصل ہے جس کا مستثنیٰ منہ زینت ہے اگر ہاتھ اور منہ مراد ہو تو مستثنیٰ متصل نہ رہے گا۔ کیوں کہ ہاتھ اور منہ زینت نہیں بلکہ محل زینت ہیں۔ پس آیت میں دو لفظ زیر غور ہیں مستثنیٰ متصل اور "ظہر" جو کہ فعل لازم ہے معنی یہ ہیں کہ جو زینت بلا اختیار ظاہر ہو جاتے وہ معاف ہے۔ منہ زینت میں نہ خود بخود ظاہر ہوتا ہے بلکہ ظاہر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ مراد نہیں۔ آج کل کے حالات کی بناء پر بھی منہ کو کھلا رکھنے کی اجازت دینا بالکل غیر مناسب ہے یوں بوقت ضرورت خود بخود کھل جائے تو امر دیگر ہے۔

ان اقوال سے ظاہر ہے کہ صحابہ کرام کے مبارک دور سے لے کر آٹھویں صدی تک ہر زمانہ میں اس آیت کا ایک ہی مفہوم سمجھا گیا ہے جو اوپر ہم نے سمجھا ہے اس کے بعد احادیث کی طرف رجوع کیجئے تو وہاں بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے نزول

کے بعد سے عہد نبویؐ میں عام طور پر مسلمان عورتیں اپنے چہروں پر نقاب ڈالنے لگی تھیں اور کھلے چہروں کے ساتھ پھرنے کا رواج بند ہوگیا تھا۔ ابوداؤد اور ترمذی، موطا امام مالک اور دوسری کتب حدیث میں لکھا ہے کہ حضورؐ نے عورتوں کو حالت احرام میں چہروں پر نقاب ڈالنے اور دستانے پہننے سے منع فرمایا تھا۔ اس سے صاف طور پر بلا اختلاف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس عہد مبارک میں چہروں کو چھپانے کے لئے نقاب اور ہاتھوں کو چھپانے کے لئے دستانوں کا عام رواج ہو چکا تھا۔ صرف احرام کی حالت میں اس سے منع کیا گیا مگر اس سے بھی یہ مقصد نہ تھا کہ حج میں چہرے اور منظر عام پر پیش کئے جائیں بلکہ دراصل مقصد یہ تھا کہ احرام کی فقیرانہ وضع میں نقاب عورت کے لباس کا جزو نہ ہو۔ جس طرح عام طور پر ہوتا ہے چنانچہ دوسری احادیث میں تشریح کی گئی ہے کہ حالت احرام میں بھی ازدواج مطہرات اور عام خواتین اسلام نقاب کے بغیر اپنے چہروں کو اجانب سے چھپاتی تھیں۔

ابوداؤد میں ہے: حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ سوار ہمارے قریب سے گذرتے تھے اور ہم عورتیں رسول اللہؐ کے ساتھ حالت احرام میں ہوتی تھیں۔ پس جب وہ لوگ ہمارے سامنے آجاتے تو ہم اپنی چادریں اپنے سروں کی طرف سے اپنے چہروں پر ڈال لیتیں اور جب وہ گذر جاتے تو منہ کھول لیتیں تھیں۔ (باب المعرمۃ تغطی وجہھا)

موطا امام مالکؒ میں ہے: فاطمہ بنت منذر کا بیان ہے کہ ہم حالت احرام میں اپنے چہروں پر کپڑا ڈال لیا کرتی تھیں۔ ہمارے ساتھ حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی حضرت اسماؓ تھیں انہوں نے ہم کو اس سے منع نہیں کیا (یعنی انہوں نے یہ نہیں کہا کہ احرام کی حالت میں نقاب استعمال کرنے کی جو ممانعت ہے اس کا اطلاق ہمارے اس فعل پر بھی ہوتا ہے)

جو شخص آیت قرآنی کے الفاظ ان کی مقبول عام اور متفق علیہ تفسیر اور عہد نبویؐ کے تعامل کو دیکھے گا اس کے لئے اس حقیقت سے انکار کی مجال باقی نہ رہے گی کہ شریعت اسلامیہ میں عورت کے لئے چہرے کا اجانب سے مستور رکھنے کا حکم ہے اور اس پر خود نبیؐ کے زمانہ سے عمل کیا جارہا ہے۔ نقاب اگر لفظاً" نہیں تو معناً" حقیقۃً خود

قرآن عظیم کی تجویز کردہ چیز ہے۔ جس ذات مقدس پر قرآن نازل ہوا تھا اُس کی آنکھوں کے سامنے خواتین اسلام نے اس چیز کو اپنے خارج البیت لباس کا جزو بنایا تھا اور اس زمانہ میں بھی اس چیز کا نام نقاب ہی تھا۔ شروع میں، میں نے بظاہر اختلافی مسئلہ اور وقت کی ضرورت الفاظ سے اس موضوع کا آغاز کیا تھا مگر قرآنی آیات اور احادیث نبویؐ کی معتبر تفاسیر دیکھنے کے بعد میں سمجھتی ہوں کہ چہرے اور ہاتھوں کا پردے میں داخل نہ ہونے کی ظاہری اختلافی صورت بے حد کمزور ثابت ہوتی ہے اول یہ کہ قرآنی الفاظ میں "اِلا ما ظہر" یعنی جو خود بخود ظاہر ہو کے الفاظ اس بات کو سمجھنے کے لیے کافی ہیں کہ دراصل اُس ایک چیز کی ظاہر ہونے کی اجازت دی جارہی ہے۔ جس کو ڈھانپنے پر عورت قادر نہ ہو چونکہ عورت سر سے پاؤں تک پُرکشش وجود رکھتی ہے۔ اگر وہ مکمل طور سر پاؤں تک ہاتھوں اور چہرہ سمیت اپنے آپکو ڈھانپ کر اپنی ساخت چُھپاتی ہے تو بھی وہ پُرکشش ہے مگر کل وجود کو ڈھانپنے کی انتہا چونکہ برقع ہے اس لئے برقع اوڑھنے کے بعد جو کچھ ظاہر ہوتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ مثلاً برقع چپل، باجرتا وغیرہ، اب یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ اگر "الا ما ظہر" میں چہرے اور ہاتھوں کو داخل سمجھا جائے تو یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ چہرہ اور ہاتھ خود بخود ظاہر ہوتے ہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کو ظاہر کیا جاتا ہے اور رُوح آیت جو ہے یعنی جس چیز پر عورت قادر ہے اُس چیز کو ڈھانپ لیں تو یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ ہر عورت چہرے اور ہاتھوں کو آسانی سے ڈھانپ سکتی ہے۔ اس لیے چہرے اور ہاتھوں کو بے پردہ رکھنے کی کوئی جوازیت نہیں ہے اور دوسری بات اس ضمن میں یہ ہے کہ ہم جب کسی آیت کی رُوح سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں تو یہ بات ضروری ہے کہ ہم اُس معاشرے اور ماحول کو مدنظر رکھیں جس میں آیت کا نزول ہوا ہے تو اس آیت کی ضمن میں آپ دیکھیں "الا ما ظہر منھا" آیت سے پہلے ایک اور حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہورہا ہے۔ "مومن مردوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نظروں کو نیچا رکھا کریں" "مومن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نظروں کو نیچا رکھا کریں"۔ یعنی معاشرے میں پہلے مردوزن کو ایک دوسرے کی طرف جان بوجھ کر دیکھنے کی ممانعت کی گئی ہے

اور ظاہر ہے اس حکم پر عمل بھی ہو رہی تھی۔ اس لئے لازمی بات ہے اگر چہرہ اور ہاتھ مسلم عورتوں کے جن پر بناؤ سنگھار کا عکس بھی نہ ہوتا تھا بے پردہ بھی ہوں تو فتنہ برپا ہونے کا احتمال کم قلیل ہی ہے اس کے برعکس جب صورت حال یہ ہو کہ مرد کی پُر شہوت نظر ہر دم، ہر لمحہ بے پردہ عورتوں اور ان کے میک اپ سے پُر چہروں اور ہاتھوں کو ڈھونڈ رہی ہوں اور جہاں کسی بے پردہ عورت پر نظر پڑی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں کیوں کہ چہرے اور ہاتھ زینت کا عمل بنے ہوتے ہیں۔ لباس شوخ باریک اور چُست جسم کے ہر عضو سے شہوت کی آگ ٹپکتی رہتی ہے اور جہنم کے ان دروازوں پر مرد ہر دم دستک دیتے رہتے ہیں اور ان حالات میں آپ خدارا غور کریں کیا چہرے اور ہاتھوں کا بے پردہ رہنا فتنۂ عظیم نہیں؟

ایک استثناء:- جو شخص اسلامی قانون کے مقاصد کو سمجھتا ہے اور اس کے ساتھ کچھ عقل بھی رکھتا ہے اس کے لئے یہ سمجھنا کچھ بھی مشکل نہیں کہ عورتوں کو کھلے چہروں کے ساتھ باہر پھرنے کی عام اجازت دینا اُن مقاصد کے بالکل خلاف ہے۔ جن کو اسلام اس قدر اہمیت دے رہا ہے ایک انسان کو دوسرے انسان کی جو چیز سب سے زیادہ متاثر کرتی ہے وہ اس کا چہرہ ہی تو ہے انسان کی خلقی و پیدائشی زینت یا دوسرے الفاظ میں انسانی حُسن کا سب سے بڑا مظہر چہرہ ہے نگاہوں کو جو چیز اپنی طرف کھینچتی ہے وہ یہی چہرہ ہے جذبات کو سب سے زیادہ چہرہ ہی اپیل کرتا ہے۔ صنفی جذب و انجذاب کا سب سے زیادہ مضبوط ایجنٹ یہی چہرہ ہے اس بات کو سمجھنے کے لئے کسی وسیع تجربے اور علم کی ضرورت نہیں، خود اپنے دل کو ٹٹولیے۔ اپنی آنکھوں سے معلوم کیجئے اپنے نفسی تجربات کا جائزہ لے کر دیکھ لیجئے۔ آپ کو اعتراف کرنا پڑے گا کہ صنفی تحریک میں جسم کی ساری زینتوں سے زیادہ حصہ اس فطری زینت کا ہے جو اللہ نے چہرے کی ساخت میں رکھی ہے اگر کسی مرد کو کسی لڑکی سے شادی کرنی ہو وہ لڑکی کو دیکھ کر فیصلہ کرنا چاہتا ہو۔ تو بتائیں خوبصورتی کا جہاں تک تعلق ہے چہرے کے بغیر اور کون

سی چیز ہے جس سے دیکھ کر وہ اپنا فیصلہ کرے گا کوئی نہیں؟ اس حقیقت کے مسلم ہو جانے کے بعد آگے بڑھتے اگر سوسائیٹی میں صنعتی انتشار اور لامرکزی ہیجانات و تحریکات کو روکنا مقصود ہی نہ ہو تب تو چہرہ کیا معنی، سینہ اور بازو اور پنڈلیاں اور رانیں سب ہی کچھ کھول دینے کی آزادی ہونی چاہیئے جیسا کہ اس وقت مغربی تہذیب میں ہے اس صورت میں ان حدود و قیود کی کوئی ضرورت ہی نہیں جو اسلامی معاشرے میں حجاب کے سلسلہ میں اس مضمون میں آپ تفصیلی طور پڑھ چکے ہیں۔ لیکن اب اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس ریاست میں جہاں ایک طرف اسلامی تحریک رواں ہے بھارتی استعمار ہر وقت ظلم و تشدد کی انتہا کر رہا ہے۔ معاشرہ پوری طرح بے حیائی، بے تستری اور عریانیت کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ اسلامی معاشرہ قائم ہو اور جس کے قیام میں ہمیں کوئی چیز مانع نہیں سوائے اس کے کہ ہم اپنی گرد آلود غیرت کو پھر صاف و شفاف کریں۔ تو ضروری ہے کہ ہم سب اس بات کا عزم صمیم کریں کہ جب تک نہ ہمارا معاشرہ مغربی نجاست سے پاک ہو جاتا ہے۔ ہم کسی صورت میں بھی حالات کے ساتھ سمجھوتہ نہ کریں گے۔

بعض لوگ سوال کر سکتے ہیں کہ جب ایسا ہے تو اسلام نے ناگزیر حاجات، ضروریات کے لئے چہرہ کھولنے کی اجازت کیوں دی۔ جیسا کہ میں نے بعض روایات کو مضمون میں نقل کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام کا قانون کوئی غیر معتدل اور یک رُخا قانون نہیں ہے وہ ایک طرف مصالح اخلاقی کا لحاظ کرتا ہے تو دوسری طرف انسان کی حقیقی ضرورتوں کا بھی لحاظ کرتا ہے اور ان دونوں کے درمیان اس نے غائت درجہ کا تناسب اور توازن قائم کیا ہے وہ اخلاقی فتنوں کا سدباب بھی کرنا چاہتا ہے اور اس کے ساتھ کسی انسان پر ایسی پابندیاں بھی عائد کرنا نہیں چاہتا جن کے باعث وہ اپنی حقیقی ضروریات کو پورا نہ کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے عورت کے لئے چہرے اور ہاتھ کے باب میں ویسے قطعی احکام نہیں دیئے۔ جیسے ستر پوشی اور اخفائے زینت کے باب میں دیتے ہیں کیوں کہ ستر پوشی اور اخفائے زینت سے ضروریات زندگی کو پورا کرنے میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا مگر چہرے اور

ہاتھوں کو دائماً چھپاتے رہنے سے عورتوں کو اپنی حاجات میں سخت مشکل پیش آسکتی ہیں۔ پس عورتوں کے عام قاعدہ یہ مقرر کیا گیا کہ چہرہ پر نقاب، گھونگھٹ برقع ڈالے رہیں اور اس قاعدہ میں آیت قرآنی کے استثناء سے یہ آسانی پیدا کردی گئی ہے کہ اگر حقیقت میں چہرہ کھولنے کی ضرورت پیش آجائے اور چہرہ کھولے بغیر چارہ نہ رہا ہو تو وہ اس کو کھول سکتی ہیں بشرطیکہ نمائش حسن مقصود نہ ہو۔ بلکہ رفع ضرورت مدنظر ہو۔ اور ضرورت پوری ہونے پر چہرہ ڈھانپ لیں۔ پھر دوسری طرف اس عمل مجبوری پر چہرہ کھولنے کی صورت کے پیش نظر جو خطرات ہوتے ہیں اُن کا سدباب اس طرح کیا گیا کہ مردوں کو نظریں نیچا رکھنے کا حکم دے دیا گیا۔ تاکہ اگر کوئی عفت مآب عورت اپنی حاجات اور عمل مجبوری کے لیے چہرہ کھولے تو وہ اپنی نظریں نیچی کریں۔ اور بیہودگی کے ساتھ اس کو گھورنے سے باز رہیں۔ سبحان اللہ کس قدر معاشرے کو پاک وصاف رکھنے کا اہتمام ہے۔ اسی طیب معاشرے کا قیام دختران ملت چاہتی ہے۔

وادی کے بعض بے ضمیر، بے حیا، آوارہ ذہن لڑکیوں اور عورتوں کا کہنا ہے کہ جب نیت صاف ہو تو بے پردہ ہونے میں کیا حرج ہے۔ کئی برقع پوش عورتیں فحش کاموں میں مبتلا ہوتی ہیں تو پھر برقع کی کیا ضرورت اور اہمیت ہے۔

اول یہ آوارہ ذہن لڑکیاں اور عورتیں انتہائی گھناؤنے جرم کی مرتکب ہوتی ہیں۔ وہ اس طرح کہ فرمان الٰہی ہے۔

"اے نبیؐ اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمان عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے گھونگھٹ ڈال لیا کریں" (سورۃ احزاب آیت ۵۹)

گویا ان بے حیا اور بے پردہ لڑکیوں اور عورتوں کا یہ کہنا کہ نیت صاف ہونی چاہیئے پردے کی پھر ضرورت نہیں۔ یہ صاف مطلب رکھتا ہے کہ نعوذباللہ، نعوذباللہ ازدواج مطہراتؓ، دختران رسولؐ رضؓ اور مسلمان عورتوں کی نیت صاف نہ تھیں اس لئے نعوذباللہ اللہ تعالےٰ نے مجبور ہو کر ان کو پردہ کرنے کے احکامات صادر کیئے اور ان کشمیر

کی بے غیرت، بے ضمیر، بے حیا، بے پردہ نیم عریان بازاری لڑکیوں اور عورتوں کی نیت صاف ہے۔ اس لیے انہیں پردہ کرنے کی ضرورت نہیں اس طرح اب یہ آیت نعوذ باللہ غیر ضروری ہے ۔ یا پھر صرف اُن عورتوں کے لیے ہے جن کی نیت صاف نہیں ہے اگر یہ آوارہ ذہن اور بے حیاء لڑکیاں اور عورتیں اس گناہِ کبیرہ پر فوری طور توبہ کر کے کلی طور احکامات الٰہی پر عمل کر کے باپردہ ہو کر تمام برائیوں سے پرہیز نہ کریں۔ تو یہ بھیانک اور ہولناک نارِ دوزخ میں ڈالی جائیں گی اور یہاں تو یہ رُسوا ہو کر ہی رہتی ہیں ۔ یہ غافل عورتیں کس قدر بیوقوف ہیں، کہ یہاں کی مختصر زندگی کو آخرت کی ابدی اور حقیقی زندگی پر ترجیح دے کر اپنی ہلاکت کا خود ہی سامان کر رہی ہیں۔ کاش یہ بد نصیب لڑکیاں ایک بار اس دنیائے فریب پر غور وفکر کریں، یہ نیت صاف ہونے کی بات کرنے والی کم عقل لڑکیوں اور عورتوں کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی عورت بدکاری کی مرتکب ہوتی ہو پھر جب اُس پر حد جاری کرنے کے لئے اُسے لایا جائے تو وہ یہ عذر پیش کرتے کہ میں جسمانی طور بدکاری کی مرتکب تو ہوتی ہوں مگر نیت میری صاف وشفاف ہے یا بعض اوقات میں بدکاری سے ضرور حاملہ ہوئی ہوں مگر آپ یقین کریں میری نیّت بالکل صاف ہے ذرا غور کریں اس بیوقوف اور عقل کی اندھی بدکار عورت کا یہ عُذر کوئی وقعت رکھتا ہے کیا اس کا یہ عذر اسلام میں قابلِ قبول ہے ؟ بالکل اسی طرح بے شرم، بے حیاء، نیم عریاں لڑکیاں شیطانی لشکر کی قیادت کرتیں ہوتی جہاں جہاں سے گذرتی ہیں ہر قدم پر فتنۂ عظیم برپا کرتی ہیں۔

دُوم اِن بے پردہ لڑکیوں کا یہ کہنا کہ کتنی برقع پوش عورتیں فحش کاموں میں مبتلا ہوتی ہیں پھر برقع کیا ہوا ؟

یہ قانونِ قدرت ہے جب اللہ تعالےٰ کسی کو گمراہی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑتا ہے تو سب سے پہلے اس کی عقل ماری جاتی ہے یہی کچھ ان بے حیاء لڑکیوں کے ساتھ ہوا ہے۔ مجھے اس بات سے قطعی انکار نہیں کہ کتنی برقع پوش لڑکیوں فحش کاموں میں مبتلا ہوتی ہیں جس شخص کو عقلِ سلیم سے تھوڑا بہت ہی حصہ میسر آیا ہو وہ بھی یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ فحش کاموں میں جو ملنے کا تصور صورت سمجھے نہ کہ اس برقع کا یہ

تو وہی بات ہوتی جیسے کوئی ڈاکٹر مریض کے ہاتھوں میں دوائی کی بوتل تھما کر اُسے یہ بھی
نصیحت کرتے کہ وہ کلی طور مرچ کھانے سے پرہیز کرے کیوں کہ اُسی صورت میں دوائی فائدہ
مند ثابت ہوسکتی ہے۔ اب اگر یہ شخص دوائی پینے کے ساتھ ساتھ مرچ بھی خوب کھاتا ہے
اور اس طرح یہ بدپرہیزی اُس کی ہلاکت کا باعث بنتی ہے تو ذرا بتائیے قصور دوائی کا ہے
یا اس بیوقوف بدپرہیز مریض کا؟

اب اگر کوئی شخص اس مریض کی بدپرہیزی کے بجائے دوائی کو باعث ہلاکت قرار دے
تو ایسے شخص کی عقل پر ماتم ہے اُسے صرف یہی مشورہ دیا جا سکتا ہے کہ وہ اولین فرصت
میں دماغ کا علاج کرائے۔

اختتامیہ

فحاشی عریانیت بے پردگی ایسی تباہ کُن چیزیں ہیں جو اگر کسی معاشرے میں عام
ہوجائیں تو اُسے صفحہ ہستی سے مٹا کر ہی دم لیتی ہیں کیوں کہ واقعہ یہ ہے کہ شہوانی قوت
وہ قیمتی شے اور جوہر ہے جو ایک طرف تو نوع انسانی کے بقاء کا کام دیتی ہیں اور دوسری
طرف انسان کو وہ طاقت مہیا کرتی ہے جو اُسے اعلےٰ اور تعمیری کام کرنے میں مدد
دے اسی وجہ سے اس قوت کی حفاظت اور اُسے ضیاع سے بچانا بہت ضروری ہے
علاوہ ازیں شہوانی قوت کا بے جا استعمال جس طرح صحت انسانی کو برباد کرتی ہے۔
اسی طرح معاشرے میں بداخلاقی اور انارکی بھی پیدا کرتا ہے اور بے چینی و اضطراب اور
خانگی زندگی کی تباہی کا سبب بنتا ہے اور یہ جان لینا ضروری ہے کہ اسلام نہ صرف زنا
کو حرام قرار دیتا ہے بلکہ اس کے دواعی مثلاً عریانیت بے پردگی بناؤ سنگھار سینما
فحش لٹریچر موسیقی وغیرہ کو بھی حرام کہتا ہے اور ایسی تمام اشیاء اور امور پر کڑی پابندی

لگا دیتا ہے جو آگے چل کر زنا کا سبب بن سکتے ہوں۔ چنانچہ نامحرم عورتوں یا غیر محرم مردوں کو بغیر اشد ضرورت کے دیکھنا ان کے ساتھ تنہائی میں اُٹھنا بیٹھنا اُن کے ساتھ ہنسی مذاق وغیرہ کرنا سب اُمور حرام ہیں یہ انسان کے سفلی جذبات کو اُبھارتے اور اس کی شہوانی قوتوں کے انتشار کا سبب بنتے رہیں۔

اللہ تعالےٰ نے مرد و زن میں فطری طور میلان رکھتا ہے اور اس طریقے سے اللہ تعالےٰ نے روئے زمین کو آباد رکھنے کا فیصلہ کیا ہوا ہے اور اسلام نے اُن تمام طریقوں کو حرام ٹھہرایا ہے جو اس میلان کو بڑھانے کے لئے انسان استعمال کرتا ہے کیونکہ جب اس میلان کو جو اللہ تعالےٰ نے فطری طور مرد و زن میں رکھا ہے۔ جس کے لئے نکاح کا طیب طریقہ اللہ تعالےٰ نے مقرر فرمایا ہے۔ بڑھانے کی کوشش کی جاتی ہے تو فتنہ اعظم برپا ہونا ایک لازمی امر بن جاتا ہے اور پھر یہی بے حیائی عریانیت اور فحش کاری قوموں کی کی ہلاکت کا باعث بن جاتی ہے۔

آخر پر میں تمام مرد حضرات سے اپیل کرتی ہوں کہ وہ اپنی بیویوں، بہنوں، بیٹیوں اور ماؤں کو بے پردہ نکلنے کی قطعی اجازت نہ دیں اور خود بھی اسلامی احکامات کی مکمل طور پیروی کریں اور گھر والوں کو بھی اِن احکامات الٰہی کی پیروی کرنے کی تلقین کریں چونکہ اللہ تعالےٰ نے مرد کو عورت پر قوام بنایا ہے اس لئے صالح معاشرے کے قیام میں مرد کا بنیادی اور مؤثر رول ہے اور عورت قبل از نکاح اور بعد از نکاح دونوں صورتوں میں مرد کی سرپرستی میں ہوتی ہے خواہ وہ اس کا باپ ہو۔ بھائی ہو یا پھر شوہر، اور اس طرح اپنے ساتھ ساتھ گھر والوں کو بھی نارِ دوزخ سے بچائیں اور بے پردہ عورتوں کو بھی چاہیئے کہ وہ بازاروں کی زینت اور ہر نظر کی تسکین بننے سے گریز کر کے عزت کی زندگی گذاریں اور کامل طور فرمانِ الٰہی اور فرمانِ رسول ﷺ کی پیروی کریں۔

اللہ تعالےٰ ہمیں ظاہراً اور باطناً پاکیزگی بخشے۔ آمین۔